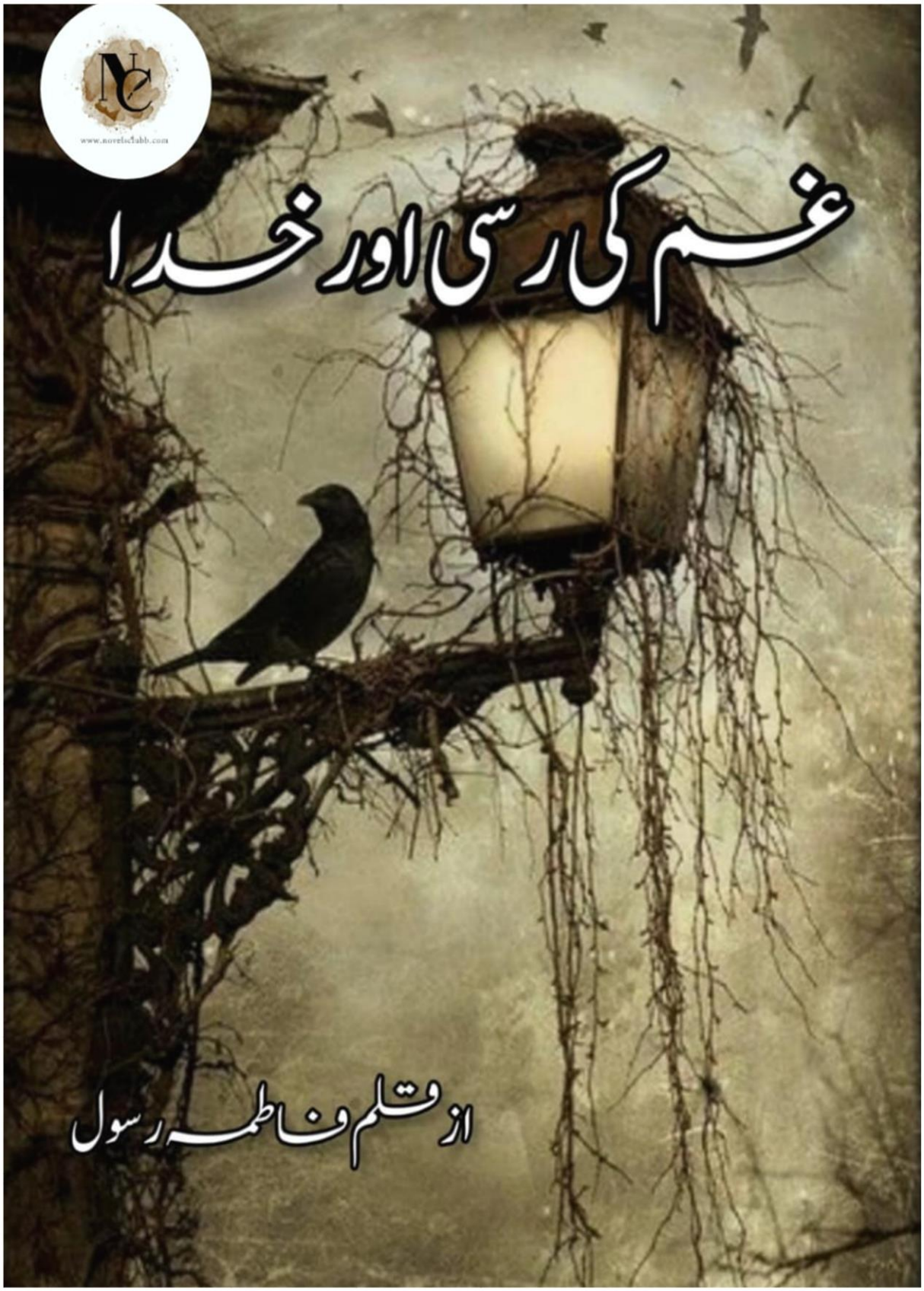
غم کی رسی اور خدا
از قلم فاطمہ رسول

السلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

# غم کی رسی اور خدا

## فاطمہ رسول

## باب نمبر آٹھ

## محبت روٹھ جاتی ہے!

www.novelsclubb.com

## انتباہ

دل کے مریض دور رہیں۔ قاری سے درخواست ہے کہ اس قسط کو اپنی ذمے داری پہ پڑھے۔

www.novelsclubb.com

سنو،

تم نے محبت دیکھی ہے؟

ہاں، وہی جسے کہتے ہیں سب زندگی کی وجہ

جس پہ رکھی ہے کسی نے اپنی دنیا سجا

جسے پھولوں نے خود میں چھپایا ہے

جسے تتلی نے خود میں سمایا ہے

جسے آسماں کے ہر رنگ نے اپنایا ہے

جسے بنجر زمیں نے کھایا ہے

ہاں وہی بلا،

جو کرتی ہے حسن جہاں کو شاد

جو رکھتی ہے دل کی دنیا آباد

جسے شاعروں نے مقامِ خاص دیا

جسے ادیبوں نے اونچا نام دیا

جس کی خاطر مصوروں نے ہر رنگ قربان کیا

جس نے زخمی دلوں کو آرام دیا

اچھا سنو؟

میں نے دیکھی ہے محبت!

ہاں دیکھی ہے محبت، اک الگ صورت میں

محبت تو ہے دردِ دل کا مان

محبت تو ہے شاعری کا پیام

محبت نے مارا ہنستے ہوؤں کو

محبت نے کیے کئی لوگ نثار

میں نے دیکھی ہے محبت ہسپتالوں میں

میں نے دیکھی ہے محبت قبرستانوں میں

میں نے محبت کو پایا زندگی کی لحد میں

میں نے محبت کو سمجھا آغوشِ قبر میں

میں نے خوشیوں کو دیکھا

www.novelsclubb.com

میں نے غموں کو جانچا

اور پھر غور و فکر سے

اک سبق ہے جانا

محبت ہوتی ہے حد سے زیادہ حساس

جیسے پتھر ہو کوئی شیشے کی مانند

جیسے خواب ہو کوئی حیات کی مانند

جیسے نازک سا کوئی پھول ہو

یا کسی تتلی کا ہو نازک پر

محبت کے ہیں نخرے ہزار

جیسے ضدی سا کوئی خرگوش ہو،

یا ہو کوئی ضد پہ آیا ہوا انسان

محبت کا دل نہ دکھانا کبھی

محبت ہوتی ہے وہ معصوم بچہ

جسے زخم بدل کے رکھ دیتے ہیں

جسے سمجھ نہیں ہوتی اچھے برے کی

جو ضد پہ آئے تو سب کو رلا دے

جو اچھی بنے تو دنیا بچا لے

مگر یہ کم ہی ہوتا ہے

اکثر زندگی میں چلتے ہوئے

کسی جان سے پیارے سے ملتے ہوئے

کسی دوست کی بات کو ٹالتے ہوئے

کسی دل کی دنیا کو اجاڑتے ہوئے

تم کہہ دیتے ہو کچھ ایسی بات

جو جگا دیتی ہے محبت کے اندر کا حیوان

اور وہ منہ موڑ لیتی ہے

وہ خفا ہو کے تم سے زندگی کو چھوڑ دیتی ہے

وہ پکارتی ہے تڑپ کے موت کو

اور تم سے کچھ قیمتی چھین لیتی ہے

سنو،

کسی کمزور لمحے میں

کسی کے بول دینے پہ

کبھی بھی تم نہ یہ کہنا

محبت کچھ نہیں ہوتی

www.novelsclubb.com

اگر ایسا کہو گے تم

محبت روٹھ جائے گی

محبت روٹھ جائے تو

تمہیں تم سے ملاتی ہیں

تمہیں زندگی دلاتی ہے

تمہیں خوشیاں دکھاتی ہے

تمہیں آسماں دکھاتی ہے

اور پھر جب تم یہ اقرار کرو

کہ محبت ہی تو ہوتی ہے

بیماروں کی شفا کا راز

www.novelsclubb.com

مرتے ہوئے زندگی کا خیال

جینے کا اک خوبصورت احساس

کوئی اک شخص جو ہے خاص

تب جانتے وہ وہ کیا کرتی ہے؟

تب محبت مکر جاتی ہے،

وہ بیماروں سے شفا کو چھین کر سفاک بنتی ہے

وہ زندہ کر کے تم کو دل تمہارے کو چیر دیتی ہے

وہ تم کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں توڑ دیتی ہے

وہ تم سے دنیا کے ہر شخص کو بے زار کرتی ہے

وہ تمہارے سر پہ تمہارا آسماں پھینک دیتی ہے

وہ تمہارے خاص شخص کو تحفے میں موت دیتی ہے

سنو،

محبت روٹھ جاتی ہے۔

محبت روٹھ جائے تو؟

تمہیں یہ مار دیتی ہے۔

تمہارے جسم کو تمہارے لیے قفص بناتی ہے

تمہیں یہ مجبور کرتی ہے کہ مانگو موت کو دن رات

اور تمہاری ہر اک پکار کو یہ نظر انداز کرتی ہے

تماری ہی انا کو تم سے یہ بے زار کرتی ہے

تمہارے دل کو یہ تمہاری ہی قدموں میں روند دیتی ہے

محبت مار دیتی ہے۔

محبت روٹھ جاتی ہے!

(از خود)

سبز آنکھوں نے بے یقینی سے اس گڑیا کو دیکھا جس کا سر دھن سے جدا تھا۔

اس نے گڑیا کو پکارا۔

کوئی جواب نہ آیا۔

اس کے آنسو گڑیا پہ گرتے گئے۔

وہ اسے اپنے سینے سے لگائے روتی رہی۔

اس کی پانچ سالہ زندگی کی بہترین دوست کو توڑ دیا گیا تھا۔

اور وہ کچھ بھی کرنے سے قاصر رہی تھی۔

گڑیا کے سنہری بالوں کو دیکھتے ہی دیکھتے ان کی جگہ ایک پرندے کے پروں نے لے لی۔

وہ پرندہ جسے احمد مٹی میں دفنانے والے تھے۔

"بابا!" عقب سے آتی آواز پہ احمد رک گئے۔

"بابا، مجھے اس کی آنکھیں بہت پسند تھیں۔ بہت زیادہ پسند۔" اس نے پرندے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ جانتے ہیں؟ اس کی آنکھیں چمکا کرتی تھیں۔ میں روز اس کی آنکھوں کو غور سے دیکھتی تھی۔

www.novelsclubb.com

بابا، اسے کہیں ایک بار آنکھیں کھول دے۔" وہ مٹی پہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔

احمد نے اس کے کندھوں پہ ہاتھ رکھا۔

''مجھے اس کی آنکھوں میں اپنا عکس دیکھنا بہت پسند تھا، بابا!''

''اس نے میری چڑیا کو میری آنکھوں کے سامنے مار دیا، بابا۔ وہ بہت برا ہے، بابا۔''

وہ رو رہی تھی۔

آٹھ سالہ بچی کے لیے چڑیا مرتے دیکھنے کا غم کم تو نہ تھا۔

اس وقت اس کے شانے پہ اس کے بھائی نے ہاتھ رکھا۔

وہ کئی مہینوں تک افسردہ رہی تھی۔

اور اگر وہ اس غم کو برداشت کر پا رہی تھی، تو اس کی وجہ اس کا بھائی ہی تھی۔

اس کا بھائی اس کا محافظ تھا، اور اس کا واحد دوست بھی۔

''راپنزل، آج میں تمہیں ایک کہانی سناؤں گا۔'' ایک رات جب وہ کمرے میں بیٹھی رو رہی تھی، اس کا بڑا بھائی، یوشع احمد، اس کے سامنے آ بیٹھا۔

"یہ کہانی ایک ایسے دیش کی ہے جہاں کسی کے پاس بھی سب نہیں ہے۔ایک ایسی جگہ جہاں سب نے سب کھویا ہے۔ایک ایسی جگہ جہاں ہر بچہ ہی یا تو یتیم ہے یا مسکین۔ہر عورت کا ہی شوہر یا بیٹا قبر میں ہے۔"ایلیانہ کے آنسو تھم گئے،وہ غور سے اس کی بات سننے لگی۔

"ایک ایسی نگری جہاں ظلم بہت عام ہے۔جہاں ہر ایک کا پرندہ یا تو مردہ ہے یا گھائل۔"اس کی آنکھوں میں پھر نمی چمکنے لگی۔

"ایسی ہی جگہ پہ ایک بچی تھی،ایک بچی جس کا کوئی بھی خونی رشتہ زندہ نہ تھا۔ایک بچی جو پورے جہاں میں بالکل تنہا تھی۔"آنا نے سریوشع کی گود میں رکھ لیا۔

"اس بچی کی بس ایک ہی دوست تھی۔اس سے دو سال بڑی ایک اور لاوارث بچی۔

ان دونوں نے زندگی میں بہت مسائل دیکھے، بہت سے لوگوں کو مرتے دیکھا، پر ان کے لیے ایک دوسرے کا سہارا بہت تھا۔" آنا اس کہانی کی تصویر کو اپنے ذہن کے پردوں میں بنتا محسوس کر سکتی تھی۔

"ان میں سے ایک کے بال سنہری تھے۔ اور ایک کے سیاہ۔ دونوں کو ایک دوسرے کے بالوں سے بہت محبت تھی۔ جب ایک دکھی ہوتی تو دوسری کے بال سنوارنے لگتی۔" اس نے آنا کے بال سہلاتے ہوئے کہا۔

"وہ دونوں رات کو سونے سے پہلے خوب باتیں کرتی تھیں۔ ایک دوسرے کو کئی کہانیاں سناتیں۔ دن میں کھانے کو کچھ نہ ملتا تو ایک دوسرے کی باتوں سے دل بہلا لیتیں۔ تھوڑا ملتا تو دونوں کی کوشش یہی ہوتی کہ دوسرے کا پیٹ بھر جائے۔ وہ ایک دوسرے سے بہت محبت کرتی تھیں۔"

وہ خاموش ہوا تو آنا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، گویا اسے اچھا نہ لگا ہو اس کا خاموش ہو جانا۔

"بڑی والی دوست کو چھوٹی کی آنکھیں بہت پسند تھیں۔ اسے لگتا تھا وہ آنکھیں چمکا کرتی ہیں۔ اسے ان میں اپنا عکس دیکھنا بہت پسند تھا۔ اسے ان نظروں میں اپنے لیے محبت دیکھنے کی عادت تھی۔ پھر ایک دن کیا ہوا۔ وہ دونوں خوب باتیں کر کے سو گئیں۔ نیند میں دونوں نے خوفناک آوازیں سنیں۔ پر دونوں نے نہ جاگنے پہ اکتفا کیا، انہیں اس قسم کی دل دہلا دینے والی آوازوں کی عادت تھی۔ پر صبح جب بڑی نے خود کو ایک انجان جگہ پہ پایا تو وہ بہت روئی، چلائی اور اپنی چھوٹی دوست کے بارے میں پوچھتی رہی۔ کسی نے اسے کچھ نہیں بتایا، وہ زخمی تھی، مگر وہ پھر بھی بھاگی۔"

"لیکن بھائی اسے تو پتا ہی نہیں تھا کہ وہ کس جگہ پہ ہے۔" آنا نے فوراً سوال داغا۔

یوشع مسکرا دیا۔

"بالکل۔پر یہ جو دل ہے نا۔۔۔"اس نے سینے کے مقام پہ دستک دی۔

"یہ دل اکثر اندھیروں میں راہیں بنا دیتا ہے۔یہ دنیا کی، جگہوں کی، عقل کی، کسی کی نہیں مانتا۔یہ بس ایک چیز پہ چلتا ہے۔"

"اور وہ کیا ہے بھائی؟"سوال تیار تھا۔

"الہام!"جواب دینے والا زیادہ جلدی میں تھا۔

"وہ لڑکی بھاگی، وہاں جہاں اس کا دل مان رہا تھا۔کچھ ہی دیر میں راستے جانے پہچانے لگنے لگے، اور اس جانی پہچانی جگہ کا حال دیکھ کر اس کا دل بیٹھنے لگا۔پھر ایک مقام پہ آ کر وہ رک گئی۔

www.novelsclubb.com

اس کے سامنے اس عمارت کا ملبہ تھا جہاں وہ رات میں سوئی تھی۔اور ایک طرف کو بہت سی۔۔۔"وہ خاموش ہو گیا، کیا اسے ایک بچی کو آگے کی کہانی سنانی چاہیے تھی؟

"بہت سی کیا، بھائی؟"یوشع نے اس کے آنسوؤں کو بنا دیکھے محسوس کر لیا۔

"بہت سی لاشیں تھیں۔بہت سی dead bodies۔وہ آگے بڑھی۔سب کے چہرے مسخ شدہ تھے۔وہاں کئی بچوں کی بھی لاشیں تھیں۔وہ تیزی سے دھڑکتے دل کو نظر انداز کر کے آگے بڑھتی گئی۔اور پھر ایک جگہ آ کر وہ رک گئی۔"اور یوشع رک گیا۔وہ آگے نہیں بول سکا۔

www.novelsclubb.com

اسے ایلیانہ احمد کی سسکیوں نے روک دیا تھا۔

"آنا!"اس نے اسے پکارا۔

"بس اتنی ہی تھی کہانی۔اٹھو کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔"اس نے اس کو بہلاتے ہوئے کہا۔وہ خود اٹھ چکا تھا۔

وہ ایلیانہ احمد کے آنسو نہیں دیکھ سکتا تھا۔

وہ باہر کی جانب لپکا تھا،جب ایلیانہ کے الفاظ نے اس کے قدم زنجیر کر دیے۔

"میں جانتی ہوں اس نے کیا دیکھا تھا،بھائی،میں ج۔جانتی ہوں اس نے سنہری بال دیکھے تھے۔میں جانتی ہوں وہ پھر کبھی بھی پہلے کی طرح نہیں مسکرائی ہو گی۔"اس کے آنسو تیز رفتاری سے بہہ رہے تھے۔

"کیوں کہ پھر اس نے کبھی وہ آنکھیں نہیں دیکھی ہوں گی،بھائی،جس میں اپنا عکس دیکھنے کی اسے عادت تھی۔"یوشع مڑا،اور اسے گلے سے لگا لیا۔

اس کا پورا وجود ہچکولے کھا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"کہانی ختم نہیں ہوئی، آنا۔ وہ مسکرائی تھی۔ وہ پھر سے ہنسی تھی۔ جانتی ہو کیوں؟" اور اگلے الفاظ یوشع نے ادا کیے اور وہ امر ہو گئے۔

زمان و مکاں کی قید میں کہیں گم سے گئے۔

آسمان کی نیلاہٹ میں چھپ گئے۔

زمیں کی گہرائی میں قید ہو گئے۔ کبھی پھر سے آزاد ہو جانے کے لیے۔

کبھی پھر سے امر ہو جانے کے لیے۔

آنا نے اس کی سبز آنکھوں میں جھانکا۔

اور اس کے دیکھتے دیکھتے وہ آنکھیں بند ہو گئیں۔

وہ دروازے کی اوٹ سے سفید کپڑے میں لپٹے اس وجود کو دیکھ رہی تھی۔

زندگی اس کے ساتھ مہربان نہیں رہی تھی۔

اس کے سارے دوست چھین لیتی تھی۔

ہاں، وہ سمجھتی تھی کہ دنیا سب نہیں ہے، پر جو سمجھتے ہوں، انہیں بارہا آزمانا ضروری تو نہیں نا۔

اس کا بھائی، اس کا واحد دوست، اس کا استاد، اور اس کی زندگی کا سب سے اہم شخص جا چکا تھا۔

شاید، ہمیشہ کے لیے۔

کفن کے سفید رنگ کی جگہ خون کے سرخ رنگ نے لے لی۔

لوگ ایمبولینس کو بلا رہے تھے، اس آٹھ سالہ بچی کی نبض ٹٹول رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

آنا بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔

وہ جانتی تھی کہ سب بے سود ہے۔

اسے حیرت نہیں تھی، دکھ تھا، اور شدید دکھ تھا۔

کہانا اپنے پسندیدہ لوگوں کے بارے میں اسے الہام ہو جایا کرتا تھا۔

منظر پھر بدل گیا۔

بادل گرج رہے تھے، اور پھولوں کی دکان کے سامنے ایک پتھر تھا۔

ایک پتھر جس کے لیے مڑنا موت تھا۔

اگر اس لمحے کوئی اس سے پوچھ لیتا کہ دنیا کا سب سے مشکل کام کیا ہے تو وہ بلا جھجک کہتی، ''مڑ کے دیکھنا!''

اس کا دل بند ہو رہا تھا۔

اور دماغ ہر طرح کا وسوسہ اس تک پہنچا رہا تھا۔

اسے لگا۔۔وہ مر جائے گی۔

اسے خبر نہیں تھی، کہ وہ مر چکی ہے۔

(اسے اپنا سانس تھمتا ہوا محسوس ہوا، کیوں کہ جو پیغام ان دھمکیوں میں چھپا تھا، وہ یہ تھا:

"کسی اپنے کو کھونا چاہتے ہو، داؤد عمر؟" ایک سرد لہر پورے جسم میں دوڑ گئی۔

آنکھوں کے آگے کسی کی جلی ہوئی لاش ابھری تھی، پھر ایک عورت کی خون آلود لاش نے ذہن کو گھر بنایا۔

اسے سانس نہیں آ رہا تھا۔ ہاتھ لرز رہے تھے۔ اور وہ تیز رفتار میں گاڑی کو چلاتا اسلام آباد کا رخ کر چکا تھا۔

www.novelsclubb.com

وہ پیغام اتنا واضح تھا، ہر دھمکی کا پہلا لفظ اس کے لیے ایک تنبیہ تھا اور وہ شخص اتنا پاگل تھا کہ خود ترس بنا رہا؟

عیسی احمد نے ٹھیک کہا تھا، وہ خود غرض تھا۔اور راول پنڈی کی سڑکوں پہ گاڑی چلاتے ہوئے،اسے اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوا تھا۔

اور پہلی بار اسے اس خوف نے جکڑا تھا کہ

"کہیں اسے دیر تو نہیں ہو گئی؟"

اس نے ہر سوچ کو جھٹک دیا۔

اسے کیا معلوم تھا کہ جو سوچنے سے بھی وہ گھبرا رہا تھا، تقدیر اس کے ساتھ وہی چال چل چکی تھی۔

جس کا گمان بھی موت تھا، قسمت نے اسے اس کھیل کا حصہ بنا دیا تھا۔

www.novelsclubb.com

اس کی زندگی نے اس کے بدترین وسوسوں کو حقیقت بنا دیا تھا!)

اس کے جسم سے جان نکل رہی تھی۔

مگر اس نے خود کو مڑتا پایا تھا، اور پھر جو اس نے دیکھا، وہ لمحہ موت تھا!

لوگ چیخ چلا رہے تھے۔

ایمبولینس کو بلانے کا کہہ رہے تھے۔

اس کی نبض دیکھ رہے تھے۔

اس کے جسم کے گرد خون پھیلا ہوا تھا۔

وہ سرخ سیال جسے لوگ زندگی کہتے ہیں بہہ عالیان ہادی کے جسم سے رہا تھا، اور جان قطرہ قطرہ کر کے ایلیانہ احمد کی نچڑ گئی تھی۔

وہ گھٹنوں کے بل گر گئی۔ کئی لمحے گزرے۔

www.novelsclubb.com

کئی ساعتیں بیتیں، وہ بے حس و حرکت گری رہی۔ اور پھر جانے کہاں سے اچانک اس کے جسم میں قوت آگئی تھی اور اسے یہ یاد آگیا تھا کہ وہ میڈیکل پڑھ چکی ہے۔

اب وہ چلا چلا کر لوگوں کو ہدایات دے رہی تھی۔

کسی کو کوئی کپڑا لانے کو کہہ رہی تھی تاکہ خون روکا جا سکے۔

لوگوں سے کہہ رہی تھی کہ کسی گاڑی کا بندوبست کیا جائے۔

وہ چلا چلا کے کہہ رہی تھی۔

"خدارا اسے بچا لو۔ کچھ کرو۔ وہ میرا شوہر ہے۔ کچھ کرو۔۔"

پھر اس نے دیکھا اس کے ہونٹوں کو پھر پھراتے ہوئے، وہ بہت دھیمے سے کچھ کہہ رہا تھا۔

وہ سب بھول گئی۔ حتی کہ اپنی ذات بھی۔

اس نے کان اس کے ہونٹوں کے قریب کیے۔

اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے، وہ انہیں بہت مشکل سے حرکت دے رہا تھا، مگر پھر بھی اس نے اس کے آنسو صاف کیے تھے۔

اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں مگر وہ پھر بھی اس سے کہہ رہا تھا۔

"تم۔۔تم ر۔۔روتی ہو تو لگتا ہے، کسی نے میری۔" اس نے کھینچ کر سانس لیا۔

"میری پسندیدہ تصویر خراب کر دی ہو۔۔" اس کی آنکھ سے آنسو نکلا۔اور پھر اس نے کہے۔ایسے الفاظ جنہیں سن کر کائنات میں موجود ہر ذرے نے کہا ہو گا۔

"تو جان نکلنا اسے کہتے ہیں؟"

اس نے اسے کہتے سنا۔

www.novelsclubb.com

"کیا۔۔ا۔۔اس دنیا میں مل۔۔ملنا ضروری ہے؟" اس کا سانس اکھڑ رہا تھا۔

ایلیانہ احمد کی آنکھیں ساکت ہو گئیں۔

دل گویا رک گیا۔

اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس نے نفی میں سر ہلایا تھا، اس کی سرمئی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔

اس کا ہاتھ اب آنا کے گالوں پہ ٹھہرے آنسو صاف نہیں کر رہا تھا، وہ اس کے پہلو میں گر چکا تھا۔

ان آنکھوں کے بند ہونے کی دیر تھی، ایلیانہ احمد کی طاقتوں نے بھی جواب دے دیا۔

وہ اس کے کندھے میں سر چھپا کر رونے لگی تھی۔

www.novelsclubb.com

منتیں کرنے لگی تھی کہ وہ اسے نہ چھوڑے۔

وہ کہہ رہا تھا، یا شاید پوچھ رہا تھا کہ دنیا میں ملنا ضروری ہے؟

وہ جواباً پوچھنا چاہتی تھی کہ میری تو دنیا ہو ہی تم۔ میں تمہارے بنا پورے جہاں کا کیا کروں گی؟

وہ اسے کہنا چاہتی تھی کہ تم ساتھ ہوتے ہو تو دنیا میری ہوتی ہے۔

وہ شاید اسے صبر کی تلقین کر رہا تھا، اس وقت جب اس سے اس کی متاعِ کل چھینی جا رہی تھی۔

کب ایمبولنس آئی اور کب وہ اندر بیٹھی اسے کسی شے کا ہوش نہیں تھا۔

ہر طرف اندھیرا چھا رہا تھا۔

سورج تو سر پہ تھا نا، اسے رات کیوں محسوس ہو رہی تھی؟

www.novelsclubb.com

وہ بچوں کی طرح اس کا نام پکار رہی تھی۔

وہ رو رہی تھی۔ وہ رو بھی نہیں پا رہی تھی۔

●●●●●

ہسپتال کی سرد دیواریں چار دسمبر کے اس دن اور زیادہ سرد لگ رہی تھیں۔

وہ اپنے حواس میں نہیں تھی۔

ہوش تو اسے تب آیا تھا جب اس نے ایک عورت کو یہ کہتے سنا۔

"یہ پولیس کیس ہے، ہم ان کا علاج شروع نہیں کر سکتے۔"

وہ پیشے کا وکیل تھا، کتنے مجرموں کو سلاخوں کو پیچھے پہنچایا تھا اس نے، کتنی گتھیاں سلجائی تھیں، اور آج جب وہ خود مر رہا تھا، اس کا علاج تک شروع نہیں کیا جا رہا تھا۔

تو یہ ہوتی ہے دنیا؟ ایک پل میں آسمان تک پہنچانے والی دنیا زمیں پہ کتنا جلدی پٹخ دیتی ہے نا۔

www.novelsclubb.com

سبز آنکھیں بے یقینی سے وا ہوئی تھیں، وہ دھند جو اس کے آنسوؤں کی وجہ سے چھاتی جا رہی تھی، بالآخر چھٹ گئی تھی۔

"پولیس کیس؟" وہ بے یقینی سے بڑبڑائی۔

اس نے سٹریچر پہ پڑے بے جان ہوتی اپنی زندگی کو دیکھا۔

اور پھر ہسپتال کی دیواروں نے ایلیانہ احمد کا وہ روپ دیکھا جو شاید اس لمحے سے پہلے وجود بھی نہیں رکھتا تھا۔

اس کے ہاتھوں اور چہرے پہ خون کے دھبے تھے، آنکھوں میں آگ کے شعلے تھے اور آواز میں بجلی کی سی گرج۔

وہ چلا کے کہہ رہی تھی۔

"اگر تم لوگوں کی تاخیر کی وجہ سے میرے شوہر کو کچھ ہوا، تو اس پورے ہسپتال کو بند کرواؤں گی میں۔

www.novelsclubb.com

مسیحا ہو تم لوگ؟ انسان کی زندگی سے زیادہ یہ اہم ہے کہ پولیس کیس ہے کہ نہیں؟" اس کی آنکھیں خطرناک حد تک سرخ پڑ رہی تھیں۔

"یہ تنبیہہ ہے،" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"میں اس ہسپتال میں موجود کسی شخص کو اس قابل نہیں چھوڑوں گی کہ وہ کہیں اور ملازمت کر سکے۔ سمجھ آ رہی ہے؟"اس کی آواز اتنی گرجدار تھی کہ کسی کی بھی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ پیدا کر دے۔

سامنے کھڑی عورت نے تھوک نگلا۔

اور ایلیانہ پلٹ کر اس کی نبض ٹٹولنے لگی تھی۔

"میم، آپ سمجھ نہیں رہیں۔۔۔"اس کی بات کو پھر اس گرجدار آواز نے کاٹا۔

"میرا نام ایلیانہ احمد ہے، اور میں نے آج تک وہ الفاظ اپنے منہ سے نہیں نکالے جنہیں عملی شکل نہ دے سکوں۔"

www.novelsclubb.com

عورت نے اس لڑکی کی آنکھوں میں دیکھا، اور شاید یہ اس کی سب سے بڑی غلطی تھی۔

غم، غصے اور صدمے کے پیچھے چھپی آنکھیں خاصی بے بس اور معصوم تھیں۔

وہ عورت کشمکش میں ہی تھی جب اچانک پیچھے سے ایک ڈاکٹر نمودار ہوا، وہ مریض کو آپریشن تھیٹر لے جانے کی ہدایات دے رہا تھا۔

اس کی نگاہیں آنا سے ٹکرائیں۔

وہ اس شخص کو پہچانتی تھی۔

شہزاد احسن، اس کا ہم جماعت، آج اس پہ بہت بڑا احسان کر گیا تھا۔

سٹریچر آپریشن تھیٹر لے جانے کی دیر تھی، اس کی ساری ہمت ختم ہو گئی۔

وہ ایک کرسی پہ ڈھے سی گئی تھی۔

نگاہیں آپریشن تھیٹر پہ جمی تھیں۔

دھند پھر سے چھانے لگی تھی۔

●●●●●

وہ سر ہاتھوں میں گرائے، لمبے لمبے سانس لے رہی تھی، جب اس نے ایک شناسا آواز سنی۔ شہزاد احسن کی آواز۔

"آنا۔۔ تم اپنے گھر کسی کو کال کر لو۔" اس نے اپنا فون آگے کیا۔

آنا نے اسے خالی خالی نظروں سے دیکھا۔

شہزاد کو شک ہوا کہ وہ اسے پہچان نہیں رہی، مگر اس کی غلط فہمی کو آنا کی نحیف سی آواز نے جلد دور کر دیا۔

"مجھے کسی کا نمبر یاد نہیں آ رہا۔" وہ اس کو پریشانی سے دیکھنے لگا۔

"کون ہے وہ؟" اب کی بار وہ ایک کرسی پہ بیٹھ گیا۔

www.novelsclubb.com

"میرا شوہر۔۔۔" آنا نے بہت دھیمے سے کہا، شہزاد کو اس کی پریشانی کی وجہ سمجھ آنے لگی۔

"He is a lucky man.

اور وہ جلد بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔ تم پلیز کوئی نمبر یاد کرنے کی کوشش کرو۔"

ایک نرس نے اسے بلایا، تو اس نے جلدی میں کہا۔

آنا نے اس کا فون اپنے کپکپاتے ہوئے ہاتھوں میں تھام لیا۔

ایک دو بار غلط نمبر ملانے کے بعد، بالآخر اسے ایک شخص کا نمبر یاد آ گیا تھا۔

دوسری گھنٹی پہ کال اٹھا لی گئی۔

"ہیلو۔۔ کون ہے؟" داؤد عمر کی آواز میں پریشانی کا عنصر نمایاں تھا، مگر جو خود مر رہا ہو، اسے کسی کی پریشانی کا ہوش کہاں رہتا ہے؟

"عمر۔۔۔" وہ سسکی۔ آنسو پھر سے واپس آ گئے۔ دھند ہر شے پہ حاوی ہو گئی۔

"آ۔۔ آنا؟ آنا، تم کہاں ہو؟" سانس تو داؤد عمر کا بھی سوکھ گیا تھا۔

وہ اسے عمر تب ہی بلاتی تھی جب گہری الجھنوں کے بھنور میں پھنس جاتی تھی۔

جب کرب اس کے قدموں پہ زنجیریں باندھ دیتا تھا۔جب دل درد سے پھٹنے والا ہو جاتا تھا۔

"عمر،اس کے۔۔عالیان کے۔۔۔جسم سے خون نکل رہا تھا۔اتنا۔۔اتنا خو۔۔خون بہہ گیا۔" وہ بچوں کی طرح سسکنے لگی۔

اس کی حالت دیکھ کر شہزاد نے فون لے کر داؤد کو سارا معاملہ سمجھایا اور خود وہ اب آنا کو پریشان نہ ہونے کی تلقین کر کے نرس کے ساتھ جا رہا تھا۔

اس کو کام تھے،زندگی تو بس ایلیانہ احمد کی رکی تھی،باقی دنیا کو ابھی چلنا تھا۔

●●●●●

www.novelsclubb.com

اس نے فوراً گاڑی کا رخ لاہور کی جانب موڑا۔اس کے ہاتھوں میں لرزش تھی، اسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔

کیا ہر بار اس کا کچھ کھونا ضروری ہے؟

کبھی تو زندگی اس کی لاج رکھتی، کبھی تو اس کو بھی جینے دیتی۔

اسے ہمیشہ لگتا تھا کہ زندگی سب لے لے تب بھی کچھ دے دیتی ہے۔ کوئی سہارا، امید کی کوئی کرن، کوئی ہمدرد، کوئی ایک اپنا۔

ایک شخص جس کی موجودگی غم کو کم چاہے نہ کرے، مگر درد سے نبٹنا سکھا دے۔

کوئی انسان جو بھلے آپ کو گرنے سے نہ بچا سکے، مگر جس کے ہونے سے واپس کھڑا ہونا آسان لگنے لگے۔

کوئی ایک ہمدرد جو آپ کے زخموں پہ مرہم رکھ سکتا ہو۔

کوئی ایک شخص!

www.novelsclubb.com

اس کے لیے وہ ایک شخص اس کا بھائی تھی۔

وہ اس کا رازداں تھا، وہ اس کا درد آشنا تھا، وہ اس کا واحد دوست تھا۔

زندگی اس سے اس کے واحد دوست کو کیسے چھین سکتی تھی؟

زندگی اس کے واحد سہارے کو کیسے توڑ سکتی تھی؟

اس کی امید کی واحد کرن کو کیسے بجھایا جا سکتا تھا۔

کوئی اتنا بے رحم کیسے ہو سکتا ہے؟

اگر کوئی اس سے پوچھتا کہ زندگی کے رحم کو ایک جملے میں بیان کرے، تو وہ بلا جھجھک کہتا۔

"زندگی معذور سے بے ساکھی چھین کر تماشے کا انتظار کرتی ہے۔"

●●●●●

www.novelsclubb.com

لاہور کے اس سرد ہسپتال کے آپریشن تھیٹر کے سامنے بیٹھی لڑکی کی آنکھیں رو رو کر تھک چکی تھیں۔ سر میں اتنا درد تھا کہ گمان ہوتا تھا کہ شریانیں پھٹ جائیں گی۔

اس وقت اس نے کسی کو دیکھا، ایک ہیولہ سا۔

اس نے چہرہ اٹھا کر دیکھا تو سامنے اس کا باپ کھڑا تھا۔

اس کا سانس رکنے لگا، آنسوؤں کا گولہ حلق میں اٹک گیا۔

حلق میں سوئیاں چبھنے لگی تھیں۔

"بابا۔۔۔" وہ یہ کہہ کر ایک بار پھر رو دی تھی۔

احمد اس کے ساتھ آ بیٹھے، اس کے سر کو اپنے کندھے پہ رکھا، اور اسے خوب رونے دیا۔ دل کا پورا غبار نکالنے دیا، پھر انہوں نے دھیمے سے کہا۔

"پتا ہے آنا، جب میں تمہیں مانو کہتا تھا تو تمہارا بھائی کیا کہتا تھا۔" وہ اس کے بال سہلاتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

آنا نے جواب نہیں دیا، بھائی کے ذکر پہ تو ایک لمحے کے لیے اس کی پوری دنیا رک گئی تھی۔

شاید یوشع کی موت کے بعد پہلی دفع احمد نے اس کا ذکر آنا کے سامنے یوں کیا تھا۔

"وہ کہتا تھا۔۔میری شیرنی ہے یہ،اسے مانو نہ کہیں۔جب میں کہتا کہ شیرنی ہی کیوں،تو وہ کہتا کہ بابا میری بہن بہت مضبوط ہے،جو اپنوں کے غم کو سہہ جائے،ان کا دل پہاڑوں جیسا ہوتا ہے۔"اس بات پہ آنسوؤں نے پھر بغاوت کر لی۔

"میں اس سے کہتا، غم کو کہاں سنبھالا ہے اس نے،ایک چڑیا کے مرنے پہ مہینوں روئی ہے،تو جواب میں وہ کہتا۔بابا، چڑیا کے مرنے پہ رونا تو محبت کی نشانی ہے،آپ یہ دیکھیں کہ وہ گر کر سنبھلنا جانتی ہے۔وہ کہتا تھا، کہ دیکھیے گا،ایک دن آپ کہیں گے کہ یوشع احمد کی بہن شیرنی ہے۔میں ہنس دیتا،میں ہنستا تو وہ بڑا پریشان ہو کر کہتا، بابا، جو جتنا مضبوط ہوتا ہے،یہ دنیا اسے اتنا آزماتی ہے۔جن کے دل پہاڑوں جیسے ہوتے ہیں،انہیں شدید زلزلے سہنے پڑتے ہیں،جن کی کشتی مضبوط ہوتی ہے، انہیں کڑے طوفان دیکھنے پڑتے ہیں۔میری بہن کا خیال رکھا کریں، بابا۔یہ آفتیں اسے خاصا پسند کرتی ہیں۔میں اسے ڈانٹ کے کہتا،اپنی عمر سے بڑی باتیں کرو الو تم سے،یوشع۔۔"ان کی آواز ٹوٹنے لگی۔

آج انہوں نے سالوں بعد یہ نام پکارا تھا۔

ان کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ نکلے۔

"جب تمہارے دوست بچھڑے، میں تم سے دور ہوتا گیا۔ تمہیں تسلی نہیں دے سکا۔ کیوں کہ یہ تو چلتا ہے نا زندگی میں، آنا اور جانا۔ ملنا اور بچھڑنا۔ مگر جب تمہارے ساتھ وہ حادثہ ہوا تو مجھے یوشع کی بڑی یاد آئی۔ تمہیں غم سے نکالنا صرف اسے آتا تھا۔ میں نے سوچا، بہت سوچا، وہ ہوتا تو کیا کرتا۔ پھر ایک رات مجھے جواب مل گیا۔ وہ تمہیں۔۔ وہ تمہیں کہانیاں سناتا، وہ تمہیں رلاتا، تمہیں رونے دیتا، اور تمہارے ساتھ رو دیتا۔ وہ تمہیں یہ نہ کہتا کہ رونے والے مضبوط نہیں ہوتے، وہ تمہیں سمجھتا، وہ تمہیں آہستہ آہستہ غم سے نکال لاتا۔ وہ تمہارے نظریے کو بدلتا۔" کوئی تھا جس نے یہ سب کیا تھا، خدا نے اسے کبھی بھی اکیلا نہیں چھوڑا تھا، یوشع نہیں تھا، مگر مسیحا اس کے پاس پھر بھی تھا۔

اسے خود کو ہر غم سے نکالنے والے ان دو مردوں کی شدت سے یاد آئی۔

"میں نے کوشش کرنی چاہی، مگر سچ کہوں آنا، یوشع احمد بننا بہت مشکل ہے۔ میرے لیے ناممکن ثابت ہوا۔ میں تمہیں رونے دیتا، تمہیں رلا دیتا، تو اپنے دل کا کیا کرتا؟ میں تم دونوں جتنا مضبوط نہیں تھا۔" وہ خاموش ہو گئے۔

آگے وہ کیا کہنا چاہتے تھے، وہ دونوں بخوبی جانتے تھے۔

کچھ دیر بعد احمد نے اب آنا کی طرف دیکھا۔

"چلو، اب جلدی سے منہ ہاتھ دھو کر آؤ۔" انہوں نے اب حکم دیا تھا، وہ فوراً کھڑی ہو گئی۔

www.novelsclubb.com

تھوڑی دیر بعد وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھوں پہ خون نہیں تھا۔ نہ ہی چہرے پہ دھبے، کم از کم اسے یہی لگ رہا تھا۔

البتہ احمد کا خیال کچھ مختلف تھا، اسے ہاتھ اور منہ دھونا بھول گیا تھا۔

''میں پہاڑوں جتنی مضبوط نہیں تھی۔''اس نے کرسی پہ بیٹھتے ہی کہنا شروع کیا۔

''مجھے ہر غم سے وہی نکالتے تھے،وہ میرے مسیحا تھے،وہ میرے واحد دوست تھے۔اب مجھے لگتا ہے، بابا، کہ وہ کہانیاں اسی لیے سناتے تھے کہ جب میں گر جاؤں اور وہ نہ ہوں،تو میرے پاس یاد کرنے کو ڈھیر سارے واقعات ہوں۔وہ بہت ڈراؤنی باتیں کرتے تھے، بابا۔کہا کرتے تھے۔۔''اس نے کھینچ کے سانس لیا۔

''کہتے تھے کہ۔۔''اس نے سر جھکا لیا۔ابھی اتنی ہمت نہیں آئی تھی اس میں۔

''سچی باتیں کرتے تھے، بابا،وہ بھی سچی باتیں کرتا ہے،سچ بہت کڑوا ہوتا ہے۔اس بار میں حقیقتوں کا سامنا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں، بابا۔''اس نے بہت بے بسی سے کہا تھا۔احمد نے اس کے سر کو پھر اپنے کندھے پہ رکھ دیا۔

اس کے بالوں کو سہلانے لگے۔آنا کو نیند آنے لگی تھی۔ذہن تاریکیوں میں ڈوبنے لگا تھا۔

لیکن وہ سوئی نہیں تھی،وہ بس آنکھیں موند کے ہر آواز کا تعاقب کر رہی تھی۔

●●●●●

ذہن اس غنودگی کی کیفیت کی قید سے تب نکلا جب اس نے عیسی اور داؤد کی آواز سنی تھی۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھی تھی،اور اٹھتے ہی لڑکھڑائی تھی۔

سامنے ایک ڈاکٹر تھا جو داؤد سے بات کر رہا تھا۔داؤد شاید ابھی ابھی آیا تھا۔

www.novelsclubb.com

آنا نے اس طرف بڑھنا چاہا،لیکن۔۔۔

کیا جو وہ ڈاکٹر کہہ رہا تھا،اسے سننے کی ہمت تھی اس میں؟

احمد اس کے پاس آ بیٹھے۔ہلکا سا مسکرائے اور کہنے لگے۔

"وہ ٹھیک ہو جائے گا، بہت جلد۔۔انشاءاللہ۔" آنا کے چہرے کے تاثرات نہیں بدلے۔

"مجھے اس سے ملنا ہے۔" وہ بڑبڑائی، سر میں شدید درد تھا۔

احمد نے جواب نہیں دیا۔اب اسے واقعی ہوش آ رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ سدرا بھی اس کے بالکل ساتھ بیٹھی تھیں۔عیسی اور داؤد بھی اسی طرف آ رہے تھے۔

اس کا ذہن کام نہیں کر رہا تھا، اور دل سوچنے کی حالت میں نہیں تھا۔

اسے یکدم بہت رونا آیا تھا۔

اسے عالیان ہادی کی عادت ہو چکی تھی۔

www.novelsclubb.com

اس کے پر سکون ہونے کے لیے اس ایک شخص کی موجودگی لازم بن گئی تھی۔

داؤد اس طرف آیا، تو دھیرے سے بڑبڑایا۔

''میرا خیال ہے آنٹی اور آنا کو گھر جانا چاہیے، انکل آپ کو بھی آرام کرنا چاہیے۔''

آخری بات اس نے احمد کو دیکھ کر کہی۔اس کی سرخ آنکھیں اور بکھرے بال اس کے بھائی ہونے کا ثبوت دے رہے تھے، اور اس کی یہ فکر اس کے بڑے بیٹے ہونے کا۔

''میں کہیں نہیں جا رہی۔''آنا نے کہہ کر آنکھیں موند لیں۔

''وہ ٹھیک ہے اب، خطرے سے باہر ہے۔''داؤد سامنے پڑی کرسی پہ جا بیٹھا۔

''میں اسے اکیلا چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔''اب کی بار اس نے ضد بھرے لہجے میں کہا تھا۔آنسو پھر واپس آنے لگے تھے۔

www.novelsclubb.com

''مجھے اس سے ملنا ہے۔۔''فریاد کی گئی۔

''کوئی مجھے اس سے ملوا دو۔۔''آواز ٹوٹنے لگی۔

داؤد نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور نظریں جھکا لیں۔

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کوئی جوب تھا ہی نہیں۔

آنا نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ وہ اس وقت ایک کبوتر تھی جو آنکھ بند کر کے یہ تصور کرتا ہے کہ خطرہ ٹل گیا۔

اگلی مرتبہ اس نے آنکھیں ان قدموں کی چاپ کو سن کے کھولی تھیں۔

ہادی۔ بالآخر وہ اپنے بیٹے کی خاطر آ گئے تھے۔

ان کے آتے ہی داؤد نے انہیں ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔

آنا نے داؤد کی طرف دیکھا۔ سر جھکایا اور ہلکا سا مسکرائی۔

وہ ان کا بڑا بیٹا تھا۔

www.novelsclubb.com

اب احمد ہادی کو ساتھ لے کر وہاں سے چلے گئے۔ انہیں ایک دوست ہونے کا کردار بھی نبھانا تھا۔

اور آنا،اس نے پھر سے خطرے کو ٹالنا چاہا، مگر اس بار آنکھیں بند ہوتے ہی اسے اندھیرا دکھنے لگا تھا۔

ساری روشنی ختم ہو گئی۔سب رنگ نچوڑ لیے گئے۔

وہ نیند میں رونے لگی تھی۔اسے معلوم تھا، کیوں کہ وہ عیسی کی آواز کو کسی کھائی سے آتا محسوس کر رہی تھی۔

اور پھر اس کی آنکھ کھل گئی۔ عیسی جو اسے جگانے کی کوشش کر رہا تھا،ایک سانس بھر کر رہ گیا۔

اس نے ارد گرد دیکھا، سب پریشان تھے،ان کی آنکھوں میں اس کے لیے فکر تھی۔

www.novelsclubb.com

آنا اٹھ کھڑی ہوئی، جب عیسی بھی ساتھ چلنے لگا تو وہ رک کر دبی دبی آواز میں غرائی تھی۔

"میں کوئی بچی نہیں ہوں جو ہسپتال میں گم جائے گی۔"عیسی اس کی بات سمجھ کر واپس داؤد کے ساتھ جا بیٹھا۔جو کہ پریشانی سے اب تک آنا کو دیکھ رہا تھا۔

کچھ دیر کی بحث کے بعد ڈاکٹر اس کے عالیان کو دیکھنے پر،اس سے ملنے پر راضی ہو گئے تھے۔

●●●●●

کہتے ہیں موت سرد ہوتی ہے،جانتے ہیں کیوں؟

کیوں کہ موت توانائی چوس لیتی ہے۔

بنا توانائی کے توانسان مٹی کا پتلا ہی ہے۔

www.novelsclubb.com

سردی کی وجہ سے کپکپاتے اس پتلے نے اس کمرے میں پہلا قدم رکھا۔

(میرا نام عالیان ہادی ہے،پہچانا؟)

تو دل کا لرزنا ایسا ہوتا ہے؟

اس کے اندر نہ جان تھی، نہ ہمت۔

مگر اس نے پھر بھی قدم اٹھایا تھا۔

(ہم ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں، جلد جان بھی جائیں گے!)

مٹی کے پتلے میں اچھی خاصی جنبش ہوئی۔

اس نے اپنے دل کو کانپتا ہوا محسوس کیا۔

زندگی کے حسین لمحے کسی فلم کی طرح آنکھوں کے سامنے آنے لگے تھے۔

وہ حسین لمحے اس وقت اسے محض ڈرا رہے تھے۔

(واللہ! مجھے پتا ہوتا کہ میں تمھیں رلا دوں گا تو میں پڑھتا ہی نہ ٹھیک سے۔)

سارا منظر دھندلا گیا۔ وہ جہاں تھی، وہاں سے ایک ہیولہ سا دکھ رہا تھا اس شخص کا جو ہسپتال کے اس بستر پہ بے جان پڑا تھا۔

اس نے دو قدم اور آگے بڑھائے۔اسے سانس لینے میں رکاوٹ محسوس ہوئی۔

( راپنزل، مجھے اپنی کہانی میں ایو جین کے طور پہ قبول کریں گی؟)

اس کا دل، وہ اب تک کیسے دھڑک رہا تھا؟

اس نے سماعتوں میں گونجتی آوازوں کا گلا گھونٹ دینا چاہا۔اسے اپنی بے بسی پہ رونا آیا تھا۔

(کوئی اپنے نئے نئے شوہر کو گدھا کہتا ہے؟)

اس نے اسے اس کرب میں بھی مسکرانے پہ مجبور کر دیا تھا۔

اس کے دل نے اسے چپکے سے کہا تھا۔

"یہ ایک شخص نہیں تو اور کچھ بھی نہیں۔"

دل نے بہت کچھ کہا۔ کمبخت، کرچیوں میں بٹ گیا تھا، پر زبان اب بھی ہنوز چل رہی تھی۔

(چاند کو چاند کیا بناتا ہے؟)

آنسو چھلکنے لگے۔ صبر تمام ہوا۔ وہ اب بھی اس کے اور اپنے درمیان موجود فاصلہ طے کر رہی تھی۔

"یہ بے وقوف ہے۔" ایک دیوار نے خاموشی توڑنے کا فیصلہ کیا۔

"بے وقوف نہیں ہے، کمبخت۔ بس محبت کر بیٹھی ہے۔" دوسری دیوار نے بھی حصہ ڈالا۔

www.novelsclubb.com

"وہ اسے دیکھنے کیوں آ رہی ہے؟ اسے اس حال میں دیکھ کر، موت کے منہ میں پا کر مر نہ جائے گی وہ؟" تیسری دیوار کو اس پہ حیرت ہوئی۔

"مر تو دیکھے بنا بھی جائے گی۔" دوسری دیوار نے پھر بات کاٹی۔

"سمجھنا ہمارے درمیان موت آگئی!" اپنے الفاظ سماعتوں میں گونجے اور دل کا حشر نشر کر گئے۔

وہ گر گئی۔ گھٹنوں کے بل۔ ٹانگوں میں مزید جان نہیں رہی تھی۔

اسے اس کے الفاظ نے ڈرا دیا۔ وہ سہم گئی۔ دل خدشوں میں ڈوب گیا۔

جہاں خدشے شروع ہوتے ہیں، وہیں تو انسان لڑکھڑاتا ہے۔ اور جہاں انسان لڑکھڑا جائے، وہیں تو موت کی شروعات ہوتی ہے۔

(تم روتی ہو تو لگتا ہے کسی نے میری پسندیدہ تصویر خراب کر دی ہو۔)

بہتے آنسو تھم گئے۔ ٹانگوں کو جان لوٹا دی گئی۔

www.novelsclubb.com

وہ اس سے بس دو قدم کے فاصلے پہ تھی۔

فاصلے طے ہو گئے۔ یہ دس پندرہ قدم کا فاصلہ اس کی زندگی کا سب سے مشکل راستہ ثابت ہوا۔ شاید ہی مجنوں کو صحرا پار کرنے نے اتنا تھکایا ہو گا، جتنا وہ اس کمرے میں آنے تک تھک گئی تھی۔

اس شخص کا رنگ بالکل زرد پڑا ہوا تھا۔ آنا کا دل کٹ کے رہ گیا۔

اس کی سرمئی آنکھیں بند تھیں، اور ایلیانہ احمد کو لگا کہ وہ اندھی ہو گئی ہے۔

اسے لگا کہ پوری دنیا پھیکی پڑ گئی ہے، رنگ اس سے روٹھ گئے ہیں۔

وہ ایک سرمئی رنگ اس پہ اتنا اثر رکھتا تھا!

اس نے اس کے ہاتھ کو تھاما، وہ ٹھنڈا پڑ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

ایک منظر بلا اجازت ذہن کے پردوں پہ لہرایا۔

(نومبر کی نئی نئی سردی میں دو سر پھرے سڑک پہ گھومتے ہوئے ہر لمحے کا مزا لے رہے تھے۔

انہیں موسم یا جگہ سے کیا غرض؟ انہیں تو ایک دوسرے کی آنکھوں کی گہرائی ناپنے سے ہی فرصت نہیں ملتی تھی۔

تھوڑا سا چلنے کی دیر تھی، سبز آنکھوں والی لڑکی کپکپانے لگی۔

ایک تو اس سردی کی عاشقہ کو سردی لگتی بہت تھی۔

لڑکے نے ڈوبتے سورج کو دیکھا، قمقموں کی روشنی میں چمکتی سبز آنکھوں کو دیکھا۔

لڑکے نے اسے غور سے دیکھا، ہیرو نے خود تو کوئی کوٹ یا جرسی پہن نہیں رکھی تھی جو اتار کے دے دیتا، سو اپنے ہاتھ سامنے پیش کر دیے۔

وہ اس کے سرد پڑتے ہاتھوں کو اپنے گرم اور محفوظ ہاتھوں میں تھام چکا تھا۔

www.novelsclubb.com

تحفظ، ہاں اس کی موجودگی میں تحفظ ہی تو محسوس ہوتا تھا۔

وہ پھر درختوں کے پار ڈوبتے سورج کو دیکھنے لگا، اس حسیں منظر کے بعد اس نے اس لڑکی کو دیکھا جو اس کے ہاتھوں پہ عادتاً ہاتھ مسل رہی تھی۔ وہ مسکرا دیا۔

بہت دھیمی آواز میں اس نے کہا تھا۔

"یہ دنیا حسین ہے یا تمہارے ساتھ لگ رہی ہے؟")

اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں میں مسلتی لڑکی کو واقعی سانس نہیں آیا۔آنسو، جنہیں اس کے سامنے نہیں بہنے دینا تھا،اس کے ہاتھ کو تر کرنے لگے۔

یہ پہلی بار تھا، کہ وہ اس کے سامنے رو رہی تھی اور وہ ہاتھ بڑھا کے آنسو صاف نہیں کر رہا تھا،اسے غم سے نکالنے کے جتن نہیں کر رہا تھا۔

یہ پہلی بار تھا کہ وہ اس کی زندگی سے غائب ہوا تھا۔

اور پہلی بار ایلیانہ احمد کو لگا کہ اس نے واقعی موت کو دیکھا ہے۔

www.novelsclubb.com

پہلی بار اس نے پوری دنیا کی رونق کو دم توڑتے دیکھا تھا۔

آسمان پہ بادل اکٹھے ہوتے جا رہے تھے۔

کہیں بہت دور، سورج ڈوبتا جا رہا تھا۔

گھڑی کی ٹک ٹک مہلت کو ساتھ لیتی جا رہی تھی۔

●●●●●

وہ اندر گئی تھی تو ذرا زندہ دکھتی تھی، واپس لوٹی تھی تو زندہ لاش لگ رہی تھی۔

رنگ خطرناک حد تک زرد پڑ رہا تھا، اور ہونٹ جامنی۔

جسم کپکپا رہا تھا، آنکھیں از حد ویران تھیں۔ چال میں لڑکھڑاہٹ سی تھی۔

اسے دیکھ کر عیسی آگے بڑھا تھا، سدرا تو خود نڈھال ہو کر ایک طرف پڑی تھیں۔

"آپی۔۔۔" اس کی تیسری پکار پہ اس نے چونک کے اسے دیکھا۔ اور پھر دھیرے سے بڑبڑائی۔

www.novelsclubb.com

"میں مرنا نہیں چاہتی۔۔" اس کی آواز بہت کم تھی، بہت ہولی سی۔

عیسی آگے بڑھ کر اس کے گلے سے لگ گیا۔ وہ اس کے کندھے پہ سر رکھ کر سسکنے لگی تھی۔

"آنا، تمہیں اپنے گھر نہیں جانا، مت جاؤ۔ ہمارا گھر پاس ہے۔ بالکل دس منٹ کی دوری پہ۔ تم وہاں چلے جاؤ، اوکے؟ آنٹی کو بھی آرام کی ضرورت ہے، دیکھو وہ تمہاری خاطر کتنی پریشان ہو رہی ہیں۔" جب آنا واپس اس کرسی پہ آکر بیٹھی، تو داؤد نے ایک بار پھر کہا۔

اب کی بار اس نے انکار نہیں کیا، بلکہ داؤد کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔

"میں تم پہ اعتبار کرتی ہوں۔" وہ ایک بے جان سی آواز تھی۔

www.novelsclubb.com

آنا کو اپنی آنکھوں کے سامنے سب گھومتا دکھ رہا تھا، یہ وہ وقت تھا جب اس نے اپنی کمزوری کے آگے گھٹنے ٹیک دیے۔

"میں اسے خدا کے بعد تمہارے حوالے کر رہی ہوں۔ وہ تمہارا بھائی ہے، داؤد۔۔ اسے تکلیف مت پہنچنے دینا۔" اس کی آواز بہت کچھ جتا رہی تھی۔ داؤد ایک لمحے کے لیے الجھا تھا، وہ اتنی کھوئی کھوئی باتیں کیوں کر رہی تھی؟

مگر پھر سب جھٹک کر اس نے کہا تھا۔

"وہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔ بے فکر ہو جاؤ، اور جا کر سو۔ کیوں کہ اسے اچھا نہیں لگے گا کہ تم اس کی خاطر خود کو اذیت دیتی رہی ہو۔۔" یہ کہہ ہر اس نے گاڑی کی چابی عیسی کی طرف اچھال دی۔

احمد بہت اصرار کے باوجود نہیں گئے۔ سدرا اور آنا عالیان کے گھر چلے گئے۔ راستہ خاموشی میں کٹا۔ وہ پورے راستے چاند کو دیکھتی آئی تھی۔ جب عیسی واپس جانے کے لیے مڑا تو اس نے کہا۔

"سنو۔۔" عیسی رک گیا۔

"اسے کہنا چاند بہت خوبصورت ہے، بس مجھے دکھتا تب ہے جب وہ ہوتا ہے۔ اسے کہنا، وہ اپنی آنکھیں بند کر کے مجھے جزوی اندھا کر رہا ہے۔ اسے کہنا، عیسی، مجھے اس کی آواز کی عادت ہے، وہ آواز نہ سنی تو میں پاگل ہو جاؤں گی۔ دیکھو، میرے ہاتھ سرد پڑ رہے ہیں، اسے کہنا۔۔ اسے بتانا، یہ دنیا حسین ہے یا نہیں، مجھے نہیں معلوم، پر وہ ساتھ ہو تو بہت اچھی لگتی ہے۔ وہ ساتھ ہو تو زندگی آسان لگتی ہے، وہ ہاتھ تھام لے تو یقین ہو جاتا ہے کبھی گرنے نہیں دے گا۔" اس کی آنکھیں چمکنے لگیں، آنسوؤں سے۔ عیسی نے اپنے آنسو ضبط کر لیے۔

"یہ سب آپ انہیں خود ہی کہیے گا۔۔ ان ہی فلمی باتوں کا جواب وہ آپ ہی کو بہتر دے سکتے ہیں۔" اس نے گیلی سانس اندر کھینچی اور پھر آنا کو اندر بھیج کر گاڑی کا رخ ہسپتال کی جانب موڑ لیا۔

●●●●●

ہسپتال میں اب جب وہ اکیلا تھا، تو وہ ٹوٹنے لگا تھا۔

اس نے سر ہاتھوں میں گرا رکھا تھا، اور وہ مسلسل یہی سوچ رہا تھا کہ اس سے غلطی کہاں ہوئی۔ اتنے میں اس کے ساتھ کوئی آ بیٹھا، وہ عیسی تھا۔ احمد اور ہادی تھے تو ہسپتال میں، مگر یہاں نہیں تھے۔

داؤد نے عیسی کو دیکھا، اس کی آنکھیں خشک تھیں، مگر عیسی رو رہا تھا۔

''یہ دنیا ایسا کیوں کرتی ہے، داؤد بھائی؟ اتنا درد کیوں دیتی ہے؟'' اس کے سوال کا جواب داؤد عمر کے پاس نہیں تھا۔

''میں واقعی خود غرض نکلا، عیسی۔'' کچھ دیر بعد اس کی شکستہ سی آواز گونجی۔

''میرے بھائی کو اتنی تکلیف پہنچائی گئی، اسے مارنے کی سازش کی گئی اور میں اپنے

www.novelsclubb.com

آپ کے مرنے پہ توجہ دیتا رہ گیا۔ وہ یہاں درد میں تڑپ رہا تھا، اور میں ایک انجان شہر میں کچھ فضول پیغامات کا پیچھا کر رہا تھا۔ اس سے بڑی بات یہ کہ۔۔ مجھے تنبیہ

ملی تھی، مگر میری خود غرضی نے میری عقل پہ پردہ ڈال دیا۔ میں کیسا بھائی نکلا؟"

عیسی نے پہلے کوئی جواب نہیں دیا۔

بعد میں اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا اور کہا۔

"آپ بہت اچھے بھائی ہیں۔ خود کو قصوروار نہ سمجھیں۔ عالیان بھائی ایسا نہیں چاہتے۔ وہ جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔ آپ خود غرض نہیں تھے۔ آپ بس انسان تھے۔ انسان ہونا غلط نہیں ہے۔" وہ بہت سمجھداری سے کہہ رہا تھا۔

داؤد خاموش ہو گیا۔

اسے رونا آ رہا تھا، پر رونا اتنا آسان کہاں تھا۔

www.novelsclubb.com

شاید اس کی آنکھیں سوکھ چکی تھیں، صحرا بن چکی تھیں، بے آباں بن چکی تھیں۔

داؤد تقریبارات کے دو بجے اٹھ کھڑا ہوا، ڈاکٹر سے بات کرنے کے بعد اس نے باہر کا رخ کیا تھا۔ عیسی نے اس کی تقلید کی، وہ اپنے بھائی کو اکیلا کیسے چھوڑ دیتا؟

داؤد کو ایک دوا ڈھونڈ کے لانی تھی، جو ہسپتال کی فارمیسی میں ختم ہو چکی تھی، ویسے بھی اسے تازہ ہوا کی اشد ضرورت تھی۔

سب سے قریبی فارمیسی بھی پندرہ منٹ کے فاصلے پہ تھی، اس نے پیدل ہی جانے کو فوقیت دی۔ عیسی اس کے ساتھ چلتا ہوا اس سے باتیں کر رہا تھا۔ عیسی نے ایک سینڈوچ اس کے آگے بڑھایا، جو کہ شاید اس نے تھوڑی دیر پہلے ہی لیا تھا۔ اس نے سینڈوچ تھام لیا۔

فارمیسی میں چھوٹی سی قطار تھی۔ انتظار کرتے ہوئے وہ اپنا سینڈوچ کھا چکا تھا۔

عیسی اور وہ مسلسل باتیں کر رہے تھے۔ وہ دونوں ہی خاموش نہیں ہونا چاہتے تھے۔ دونوں ہی اپنے اندر کی آوازوں کو سننا نہیں چاہتے تھے۔

ہسپتال سے تھوڑا سا فاصلہ ہی تھا جب ان دونوں کو کچھ بہت ہی روشن دکھا تھا۔

اس روشن سی شے کو داؤد بخوبی پہچانتا تھا۔

ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے کے لیے اس کا جسم سن پڑ گیا۔

اور پھر، وہ دونوں بھاگے تھے، ہسپتال کی طرف، جس کا ایک حصہ آگ کی لپیٹ میں تھا۔ آگ پھیلتی جا رہی تھی۔ دھکم پیل جاری تھی۔ لوگ ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔

سب آگ سے دور جا رہے تھے، سوائے ان دو دیوانوں کے۔

جب وہ تھوڑا اور قریب پہنچے تو انہیں معاملے کی سنگینی کا اندازہ بھی ہونے لگا۔

سامنے ہی احمد اور ہادی تھے، ہادی کسی طرح اندر جانے کا رستہ ڈھونڈ رہے تھے، احمد مسلسل ہادی کا ساتھ دے رہے تھے اور ساتھ میں عملے پہ چلا رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

داؤد اور عیسی خود بھی اب راستے ہی ڈھونڈے لگے تھے۔

اور اسے ایک راہ مل گئی۔ داؤد بھڑکتی آگ کی طرف بھاگا تھا، عیسی اس کے پیچھے بھاگا، وہ اسے روک رہا تھا، وہ رو رہا تھا، چلا رہا تھا۔

چند لوگوں نے داؤد کو پکڑا، وہ اسے آگ میں کودنے سے روک رہے تھے۔

"مجھے چھوڑو۔ خدارا، میرا بھائی اندر ہے۔" وہ چلا رہا تھا۔ مسلسل۔ منتیں کر رہا تھا کہ کوئی اسے اس کے بھائی کو بچانے دیتا۔

"میرا بھائی۔ میں تم سب کو نہیں چھوڑوں گا۔ چھوڑو مجھے۔۔ عالیان!" وہ چلا رہا تھا، مسلسل لوگوں کو خود سے دور ہٹا رہا تھا۔ ان کی قید سے خود کو نکلوانا چاہ رہا تھا۔

ان سب کو داؤد کی طرف دیکھتا پا کر عیسی احمد نے ایک احمقانہ حرکت کی تھی، وہ خود اس آگ میں کود گیا تھا۔

جیسے ہی لوگوں کا دھیان اس طرف گیا، داؤد ایک کے سر پہ کہنی مارتا عیسی کے پیچھے گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

احمد نے ہادی کو یہ بے وقوفی کرنے سے روک رکھا تھا۔

اندر کئی لوگ گرے تھے، شاید وہ مر چکے تھے۔

داؤد کھانستا ہوا عالیان کے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا عیسی بھی وہیں کہیں ہو گا۔

(ایک بار اور، تم نے یہ غلطی دہرائی، تو جان لو، ہر بار قسمت مہربان نہیں ہوتی، اور اگر تم بچ گئے تو واللہ، اپنے ہاتھوں سے پستول میں موجود تمام گولیاں تمھارے سینے میں اتار دوں گا میں۔)

اپنی خود کی بات اسے اس وقت زہر لگی تھی۔

کیا تھا وہ؟ کیسے اپنی زندگی کے واحد دوست کو اتنے سفاک لفظ کہہ دیتا تھا؟

وہ مسلسل کھانستے ہوئے آگے بڑھتا گیا۔ سب جل رہا تھا، ارد گرد سب کچھ بھسم ہو رہا تھا۔ اس کا سر ایک پل کو چکرایا تھا۔

عالیان کے کمرے کے سامنے ہی پہنچا ہو گا وہ جب ایک ستون جانے کیسے ڈھے گیا۔ وہ اس کے اور اس کمرے کے بالکل درمیان میں گرا تھا۔

داؤد نے ایک نظر اسے دیکھا، اور ایک نظر خود کو۔

وہ آگ میں کودنے کو تیار تھا۔

(زندگی پہ تمہارا بھی حق ہے، داؤد عمر۔ خود جو تکلیف دینا بند کرو۔)

اب کی بار اس کی آواز سماعتوں میں گونجی۔ وہ نہیں تھا، مگر ہر جگہ تھا۔

داؤد نے آنکھیں بند کیں مگر اس سے پہلے وہ آگ میں جاتا، اس نے عیسی کے کھانسنے کی آواز سنی۔

اس نے پیچھے دیکھا تو عیسی کو بت بنے دیکھا، وہ ایک طرف گرے ہوئے کسی شخص کی نبض ٹٹول رہا تھا۔ اس کے دل پہ ہاتھ رکھ کے دھڑکن کو ڈھونڈ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

داؤد یکدم اس طرف بڑھا تھا۔

اس نے جا کر اس شخص کی نبض محسوس کرنی چاہی۔

نبض نہیں چل رہی تھی۔دل رکا ہوا تھا۔

پوری دنیا ساکن تھی۔

"یہ وہ نہیں ہو سکتا۔۔۔"وہ بے یقینی سے بڑبڑایا،اور عیسی اب سسک کر رو دیا تھا۔

"عیسی رونا بند کرو،بے وقوف،یہ میرا بھائی نہیں ہو سکتا۔"وہ کھانستے ہوئے چلایا۔اسے حقیقتاً سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔پھیپھڑے جلنے لگے تھے۔

وہاں اندھیرا تھا،داؤد نے اپنے فون کو ڈھونڈنا چاہا۔وہ وہیں تھا۔اس نے فوراً لائٹ جلائی اور اس کا رخ اس شخص کے ادھ جلے چہرے کی طرف کیا۔

www.novelsclubb.com

شاید وہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔

آدھا جلا چہرا اس شخص کا تھا جسے وہ لاکھوں کی بھیر میں پہچان سکتا تھا۔

جو اس کا مسیحا تھا اور جس کا وہ راز دان۔

اس سے چلایا بھی نہیں گیا۔

اس کا پورا وجود کانپا تھا۔

عیسی شاید کرب سے چلایا تھا، اس کے رونے کی، اس کے کھانسنے کی، اس کے تڑپنے کی آواز داؤد کے برعکس بہت زیادہ تھی۔

داؤد کو اپنے دل کا شور بہت اونچا سنائی دیا۔ اسے اپنا دل رکتا ہوا محسوس ہوا۔

صحرا میں بہت خاموشی سے بارش ہونے لگی تھی۔

بے آبان کو آب میسر ہوا تھا۔ سوکھی آنکھیں برسنے لگی تھیں۔

ہر شور سے اوپر، پوری خاموشی پہ حاوی، ہر ہلچل سے پرے ایک ہی آواز گونج رہی تھی۔

عالیان ہادی کی شکوہ کناں آواز۔

(میں اپنے دوست کو مس کرتا ہوں داؤد، میں نے انیس سال تمھارے لوٹنے کا انتظار کیا ہے، کیا مجھے میرا دوست واپس نہیں مل سکتا۔)

اس کا دل چاہا، وہ وہیں، اسی جگہ پہ مر جائے۔

اس کا دل چاہا زمین اسے خود میں سما لے۔

اس کا دل چاہا سب ختم ہو جائے، دنیا رک جائے۔ سب فنا ہو جائے۔

اسے اپنے پاس کھڑے عیسی کی ہوش نہیں رہی، ہوش تو عیسی کو بھی نہیں تھی۔

دونوں اس مردہ جسم کے ساتھ بیٹھے، اپنی موت کا انتظار کرنے لگے تھے۔

اور پھر اچانک اس نے کہا۔

"ہمیں اسے باہر لے کر جانا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ بس وہم ہو۔ اسے کچھ نہیں ہو سکتا۔ کچھ بھی نہیں۔" جب عیسی نہ ہلا تو وہ غرایا تھا۔

"میرے بھائی کو کچھ نہیں ہوا، عیسی، اٹھو باہر چلو۔" وہ اس وجود کو کندھوں پہ ڈال کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

عیسی نے اس کی تقلید کی۔

کچھ دیر بعد وہ باہر تھے۔ کھانستے ہوئے، سانس لینے کی سعی کرتے ہوئے اس مردے میں زندگی تلاش رہے تھے۔

آگ بجھانے کے لیے لوگ آ چکے تھے۔

www.novelsclubb.com

داؤد کا ہاتھ بری طرح جلا تھا، مگر اسے ہوش کہاں تھی۔ عیسی کو اپنا بازو مفلوج ہوتا محسوس ہو رہا تھا، مگر اسے فکر کہاں تھی۔

نبض ٹٹولی گئی۔ایک بار نہیں کئی بار،دل کی دھڑکن کو سننے کی کوشش کی گئی۔وہ اب منتوں پہ آگیا تھا۔

"اٹھو عالیان،یہ کیسا انصاف ہے،تم درد میں ہو تو میں ہوتا ہوں تمہارے ساتھ۔ آج میں شدید تکلیف کی زد میں ہوں،یار،اٹھ جا،پلیز۔۔"عیسی الگ سے دیوانوں کی طرح ڈاکٹروں کو پکڑ پکڑ کر لا رہا تھا۔

شاید کوئی موت کی موجودگی میں زندگی کو ڈھونڈ لیتا۔

شاید کوئی موت کے منہ سے زندگی واپس لے آتا۔

"عالیان!"وہ چلانے لگا تھا۔

www.novelsclubb.com

جب اس کی آواز سن کر دوسری طرف اندر جانے کی راہ ڈھونڈتے احمد اور ہادی اس طرف آئے۔

ہادی نے دور سے وہ منظر دیکھا، انہیں لگا وہ گر جائیں گے، مفلوج ہو جائیں گے، مر جائیں گے۔ مگر ہر سوچ کے بر عکس وہ بہت ہمت کر کے آگے بڑھے تھے۔

احمد جو سب سمجھ گئے تھے، ہادی کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

ان کے پاس الفاظ نہیں تھے۔ ان کا بڑا نقصان ہوا تھا۔

ہادی داؤد کے پاس جا کر اسے ہوش میں لانے لگے۔

"داؤد!" ان کی پکار پہ وہ تڑپ اٹھا۔

"ماموں، ماموں اسے کہیں نا جاگ جائے۔ بہت سو لیا، اب اٹھ جائے۔ ماموں اسے کہیں نا۔۔"

www.novelsclubb.com

"داؤد۔۔" انہوں نے پھر پکارا تھا۔

وہ یہ نہ کہہ سکے کہ مرنے والے پکار سن کے جاگا نہیں کرتے۔

داؤد نے ان کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو دیکھا۔

"ماموں، آپ رو نہیں سکتے۔۔۔عالیان! دیکھ نا یار، تو نے ماموں کو رلا دیا ہے۔ اب اٹھ جا۔۔"اس نے آخری بات عالیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہی۔

احمد نے عیسی کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو وہ گویا ہوش میں آیا۔احمد کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں تھے۔

عیسی نے ان کی طرف دیکھا اور پھر داؤد کی طرف دیکھا۔اور پھر اس جلے ہوئے وجود کی طرف۔

نہیں! زندگی اتنی مختصر، اتنی سفاک تو نہیں ہوتی۔

www.novelsclubb.com

"داؤد بھائی۔۔"اب وہ داؤد کی طرف بڑھا تھا۔اس کے گلے سے جا لگا تھا۔

داؤد چلاتے ہوئے رونے لگا تھا۔

وہ مسلسل کہہ رہا تھا۔

"نہیں، یہ ممکن نہیں۔ عالیان اٹھ جا، یار۔ وعدہ کرتا ہوں میں تجھے نہیں ستاؤں گا۔"

"عالیان، مجھے میرے دوست کی ضرورت ہے۔ تو مجھے اکیلا کیسے چھوڑ سکتا ہے؟"

وہ بے یقینی کے مرحلے میں تھا۔ عیسی شاید قبول کرنے کے مرحلے میں تھا۔ احمد نے ہادی کی طرف دیکھا جو اپنے بیٹے کے چہرے کو بڑی محبت سے ہاتھ لگاتے ہوئے تڑپ رہے تھے۔

وہ انہیں نہیں سمجھ پائے۔ جانے ہادی غم کے کون سے مرحلے میں تھے۔

داؤد کی آنکھیں واقعی آنسو بہا رہی تھیں، وہ بچوں کی طرح سسک رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

ایک آخری بار، کپکپاتے ہوئے ہاتھوں سے اس نے اس شخص میں زندگی کی رمق ڈھونڈنی چاہی تھی۔ اس کے بعد وہ اس کے سینے پہ سر رکھ کر کسی بے آب مچھلی کی طرح تڑپا تھا۔

اسے تو رونے کی عادت ہی نہیں رہی تھی، اور وہ شخص اسے آج بھی رلا گیا تھا۔

"تجھے دوستی نبھانی نہیں آئی، نا؟ تو مجھے اس دنیا میں اکیلا چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہے؟"

وہ مسلسل یہی بڑبڑا رہا تھا۔

وہ ایک پہاڑ تھا، جو ریزہ ریزہ ہو گیا تھا۔

وہ ایک پتھر تھا جو ذروں میں بکھر گیا تھا۔

وہ ایک انسان تھا جس نے زندگی کا بدترین روپ دسمبر کی اس ٹھٹھرتی ہوئی گرم رات میں دیکھا تھا۔۔۔

تو یہ تھی زندگی۔ ہر حادثے کے بعد ایک سہارا دیتی رحم دل زندگی، آج اس سے ہر سہارا چھین کے تماشا دیکھنے میں مصروف تھی۔

●●●●●

فجر کی اذان، نہیں یہ نماز کا وقت تو نہیں تھا۔ مگر اذان تو سنائی دے رہی تھی۔

یہ کوئی یاد تھی شاید، جو ذہن کے پردوں میں چھپ گئی تھی اور آج بے وقت ہی زندہ ہو گئی۔

اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ کہاں تھی؟

یہ اس کا کمرہ تو نہ تھا؟

چند سیکنڈ لگے تھے اسے یہ یاد کرنے میں کہ وہ عالیان کے گھر تھی، اور یہ کہ عالیان ہسپتال میں تھا۔

اس کا سر شدت سے درد کر رہا تھا۔

اس نے سر پہ ہاتھ رکھا تو محسوس ہوا کہ اسے بخار ہے۔

www.novelsclubb.com

نیچے سے آتی آوازوں نے توجہ خود کی طرف مبذول کی۔

وہ ایک پل کو چونکی تھی، لیکن اگلے ہی پل وہ چادر لپیٹ کر ننگے پاؤں ہی نیچے کی طرف بھاگی تھی۔

دایاں بازو جانے کیوں دکھ رہا تھا، جانے کیوں دل میں عجب وسوسوں نے گھر کر رکھا تھا۔

رات تک سب ٹھیک تھا، تو پھر یہ کمبخت دل کیوں ڈر رہا تھا؟

وہ نیچے اتری تو سامنے ہی لان دکھ رہا تھا۔

وہ لان جس پہ سفید چادریں بچھائی جا رہی تھیں۔

اس کے قدموں سے جان نکل گئی۔

آنکھیں ڈبڈبائیں۔

بڑی مشکل سے وہ باہر نکلی تھی۔

www.novelsclubb.com

سرد ہوا نے اس کے نازک گالوں پہ زوردار تھپڑ مارا تھا۔

ہوا میں موجود خنکی نے اس کا مزاق اڑایا۔

کیا عجب لڑکی تھی ناوہ،اس کی زندگی جس لمحے مر گئی،اس لمحے وہ نیند کی گولیوں کے زیر اثر سو رہی تھی۔

جس وقت اس کی دنیا اجڑ رہی تھی،وہ پوری دنیا سے منہ موڑ کر نیند کی وادیوں میں گم تھی؟

اس نے ہر شے کی پکار کو نظر انداز کیا۔

اس نے قدم آگے بڑھائے،وہ لڑکھڑائی۔

ایمبولینس سامنے کھڑی تھی۔

کچھ لوگ ایمبولینس سے اسٹریچر نکال کر ایک بے جان سے وجود کو ایک چارپائی پہ رکھ رہے تھے۔

اس کا پورا وجود ٹھنڈا پڑنے لگا۔

اس نے کسی شناسا کو ڈھونڈنا چاہا۔

اس کی ماں اس کے بالکل پیچھے کھڑی تھی۔

سامنے داؤد اور عیسی تھے۔وہ تو سب شناسا لوگوں میں گھری تھی۔

پھر اتنا تنہا محسوس کیوں ہو رہا تھا؟

اس نے ماں کو پکارنا چاہا۔

بڑی مشکل سے حلق سے ہلکی سی آواز نکلی تھی۔

بڑی مشکل سے سب اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

اس نے کپکپاتے ہوئے ہاتھ کو چارپائی کی طرف کر کے بڑی امید سے پوچھا تھا۔

ارے نہیں،الفاظ ادا نہیں کر پائی تھی وہ۔بس اس کا انگ انگ یہ پوچھ رہا تھا کہ وہ بے جان وجود کا کا ہے۔

جسم کا ہر رواں سراپا سوال بن کے کہہ رہا تھا کہ اس کی زندگی کہاں ہے؟

ماں پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔اور باپ کے سینے سے جا لگی۔

آنا کا دل بند ہونے لگا۔

اس نے بڑی ہمت کر کے عیسی کی طرف دیکھا، وہ اس سے نظریں چڑا گیا۔

اب اس نے بڑی ہی مشکل سے داؤد اور ہادی کی جانب دیکھا۔

دونوں کی داڑھیاں گیلی تھیں۔دونوں کی آنکھیں سرخ۔

داؤد عمر کی انکھیں سرخ تھیں؟

اس کے قدموں تلے زمیں نکل گئی۔ کسی نے پورا آسماں اس کے سر پہ گرا دیا۔

www.novelsclubb.com

یہ ممکن نہیں تھا۔

نہیں، داؤد عمر تو نہیں روتا تھا۔

وہ کیسے رو سکتا تھا؟

کیا شے تھی جس نے اس پہاڑوں سے مضبوط شخص کو توڑ دیا تھا؟

ایسا کیا تھا جس نے اس شخص کو رلا دیا جو اپنی جان سے عزیز ماں کے مرنے پہ بھی آنسو ضبط کر گیا تھا۔

شاید وہ جانتی تھی کہ وہ کیا شے تھی۔

وہ کیسے نہ جانتی؟

وہ منہ کے بل گری تھی، اور سہارا دینے والا کوئی نہ تھا۔

وہ بھرے جہاں میں کیسے اس شخص کی کمی محسوس نہ کرتی جو اس کا جہاں تھا۔

اب کی بار اس نے کسی سے سوال نہ کیا۔

ایک لمبی سانس لی۔ اپنی آنکھوں کے آگے آتی دھند کو اپنے اندر اتارا۔

اور پورے جہاں کی ہمت جمع کر کے قدم اس چارپائی کی طرف بڑھائے۔

دس قدم کے اس فاصلے کو طے کرتے ہوئے وہ کئی دفع لڑکھڑائی تھی۔

اسے لگا وہ کوئی معذور شخص ہے جس سے اس کی بے ساکھی چھین لی گئی ہو۔

اسے لگا وہ کوئی پرندہ ہے جس کے پر کاٹ دیے گئے ہوں۔

اسے لگا وہ کوئی زمیں ہے جس سے پانی چھین لیا گیا ہو۔

اسے لگا وہ کوئی دنیا ہے، جس سے آبادی ختم ہو گئی۔

کوئی ایسا باغ، جس میں دوران بہار کانٹے اگے۔

کوئی ایسی بلبل جس کے سامنے اس کا پھول مرجھا گیا۔

کوئی ایسا پروانا جو جب جلنے کی چاہ میں شمع تک پہنچا، شمع بجھا دی گئی۔

وہ چکور، جو جب آسماں تک پہنچی، چاند کو گرہن لگ گیا۔

چادر کو تھامتے ہوئے ہاتھ کپکپائے، بے طرح کپکپائے۔

جیسے طوفاں میں کوئی نہتا ٹہنی۔

جیسے ہولناک آوازوں کی گرد میں چھپا معصوم بچا۔

اس نے چادر کو کھینچ کر ایک طرف کیا۔

اس کی روح تک کانپ اٹھی۔

کاش اس نے اس چادر کو نہ اٹھایا ہوتا۔

کاش وہ اسی لمحے مر گئی ہوتی جب عجیب وسوسوں نے اس کے دل کو گھر بنایا تھا۔

سامنے پڑا وجود جلا ہوا تھا۔اتنے برے سے کہ جو شخص اسے نہ بھی جانتا تو بھی اس کے جسم کی حالت دیکھ کے پھوٹ پھوٹ کے رو دیتا۔

چہرہ آدھا جلا تھا۔آدھے چہرے کو پہچانا جا سکتا تھا۔

وہ جو ڈھے گئی تھی، بڑی ہمت کر کے اٹھی اور اپنے کپکپاتے ہوئے ہاتھوں کو اس کے چہرے تک لے گئی۔

اس نے اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں پکڑا۔

آنسوؤں نے اب کی بار بغاوت نہیں کی تھی۔

اب کی بار وہ بھی یہی چاہتی تھی کہ وہ رو لے۔

اتنا، کہ روتے روتے مر جائے۔

اتنا کہ اسے پھر کوئی اور منظر نہ دیکھنا پڑے۔

اتنا کہ اسے اس ایک شخص کے بنا زندگی نہ گزارنی پڑے۔

www.novelsclubb.com

کاش، سب اتنا آسان ہوتا۔ کاش!

اور پھر سسکتے سسکتے اس کی نگاہ ایک مرکز پہ ٹھہر گئی۔وہ اس کے جلے ہوئے چہرے پہ جانے کیا ڈھونڈ رہی تھی۔

وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹی۔چہرے پہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"یہ عالیان نہیں ہے۔"اس نے بے یقینی سے کہا۔

"یہ میرا شوہر نہیں ہے۔"یقین اب آواز کا عنصر بنا۔

سدرا اس کی حالت دیکھ کر بے آب مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھیں،اور ایک وہ تھی جو اپنے حال سے بالکل انجان تھی۔

وہ مر چکی تھی،اور اب جا کے جینے کے طریقے ڈھونڈ رہی تھی۔زندگی ختم ہو گئی اور وہ خود کو جھوٹے دلاسے دینے میں مصروف تھی۔

"یہ میرا عالیان نہیں ہے!"اب کی بار وہ چلائی تھی۔

"کوئی میری سن کیوں نہیں رہا؟"اس نے خود کو کہتے سنا۔

اگر اس لمحے اس نے اپنی آنکھوں کی ویرانی دیکھی ہوتی، تو شاید وہ یہ سوال نہ کرتی۔

''امی؟'' ماں نے آنکھیں چرا لیں۔

''بابا؟'' باپ نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کے اسے سمجھانا چاہا۔

اس نے ان کا ہاتھ جھٹک دیا۔

''عیسی، تم تو کچھ کہو۔'' وہ بھائی کی طرف مڑی تھی، پر اسے روتا دیکھ کر آنکھوں کی وحشت اور بڑھ گئی۔

''انکل؟'' اس نے بڑی امید سے ہادی کی طرف دیکھا۔

کوئی امید دینے کو تیار ہی نہ تھا۔

وہ منتیں کر رہی تھی، کہ کوئی ایک ہی اسے امید کا کوئی تنکا تھما دیتا۔

وہ سمندر کی لہروں کے ساتھ بہتی جا رہی تھی، وہ ہر لمحے کے ساتھ ڈوبتی جا رہی تھی اور تسلی دینے کو ایک شخص بھی نہیں تھا۔

اسے اس لمحے ہر تاریکی میں روشنی دکھانے والا وہ شخص شدت سے یاد آیا تھا۔

وہ اس کی امید تھا۔ وہ اس کا واحد سہارا تھا۔

اب کی بار اس نے ڈرتے ڈرتے اس شخص کی طرف دیکھا جس کے آنسو ہر امید کے شعلے کو بجھا دینے کی طاقت رکھتے تھے۔

"داؤد؟" کوئی جواب نہیں آیا۔

"داؤد عمر، میں تم سے بات کر رہی ہوں۔ یہ عالیان نہیں ہے نا؟" اس نے جلے ہوئے جسم کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

www.novelsclubb.com

داؤد نے جواب نہیں دیا۔

''مجھ سے منہ مت پھیرو، عمر۔ میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں۔''اس کی آواز کپکپائی۔

''میرا شوہر کہاں ہے؟''داؤد نے نظریں اٹھا کر اس لڑکی کو دیکھا جو بہت مضبوط بننے کی کوشش کرنے کے باوجود اس معصوم بچے کو نہیں چھپا پا رہی تھی، جو سب کچھ کھونے سے ڈرتا تھا۔

داؤد کا پورا جسم کپکپا رہا تھا، اس نے سفید چادر کے نیچے چھپے وجود کی طرف اشارہ کیا تو اس نے چلا کر کہا۔

''جھوٹ ہے یہ۔ وہ میرا شوہر نہیں ہے۔ میں ابھی تو اس سے مل کے آئی تھی۔''

www.novelsclubb.com

اس کی آنکھوں میں پھر آنسو بھرنے لگے۔

''ڈاکٹر نے کہا تھا، ڈاکٹر نے۔''وہ سسکی۔

''انہوں نے کہا تھا کہ وہ جلد ٹھیک ہو جائے گا۔''وہ تیئیس سالہ لڑکی نہیں تھی،وہ تو کوئی چھوٹی سی،روٹھی ہوئی بچی تھی۔

''میں کیسے مان لوں کہ وہ جلا ہوا جسم میرے شوہر کا ہے؟میں کیسے مان لوں،کہ میرے شوہر کو کچھ ہو گیا،جب میں اسے خدا کے حوالے کر کے آئی تھی۔''آنسو ٹپ ٹپ بہتے گئے۔

''میں کیسے مان لوں کہ۔۔''بات مکمل نہیں ہوئی۔

''وہ کہتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ داؤد ساتھ ہو تو کوئی مجھے ہاتھ تک نہیں لگا سکتا۔''داؤد کی آنکھوں میں کچھ چھناکے سے ٹوٹ گیا۔اس کی رگیں تن گئیں۔

www.novelsclubb.com

''میں کیسے مان لوں کہ کوئی اسے اتنا زخمی کر گیا وہ بھی تب جب اس کا بھائی اس کے ساتھ تھا؟''داؤد کا جسم سن پڑنے لگا۔

کوئی زہر سا تھا جو پورے بدن میں پھیلنے لگا تھا۔

"میں کیسے مان لوں کہ۔۔۔کہ کوئی اسے مار گیا، وہ بھی تب جب وہ اپنے محافظ کے ساتھ تھا۔" وہ اسے کہنا چاہتا تھا کہ خاموش ہو جائے۔

وہ اسے کہنا چاہتا تھا کہ وہ بولتی رہی تو اس کا دل پھٹ جائے گا۔

مگر وہ کچھ نہ کہہ سکا۔

یہ سچ تھا کہ داؤد عمر اپنے بہترین دوست اور اپنے بھائی کو بچانے میں بری طرح ناکام ہوا تھا۔

"کوئی داؤد عمر کے سامنے عالیان ہادی کو کیسے ہاتھ لگا سکتا ہے؟" داؤد کا سر جھکتا گیا۔

"سر مت جھکاؤ، مجھے جواب دو۔ تم نے کہا تھا، داؤد کہ گھر جاؤ، آنا، میں یہیں ہوں۔ تم نے کہا تھا کہ بے فکر ہو جاؤ۔ میں ہو گئی۔ میں تم پہ اعتبار کیسے نہ کرتی، داؤد، جب وہ تم پہ آنکھیں بند کر کے اعتبار کرتا تھا؟"

داؤد نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

"تم سر جھکا رہے ہو تو لگ رہا ہے کہ یہ سب ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" آواز رندھ گئی۔

"لگ رہا ہے امید ٹوٹ جائے گی۔ امید ٹوٹ گئی تو سانس کیسے لوں گی؟ تم آنکھیں چڑا رہے ہو تو مجھے اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہو رہا ہے۔ تم آنکھیں مت چڑاو، خدا کے لیے مجھے بس ایک بار کہہ دو کہ وہ میرا شوہر نہیں ہے۔" کہتے ہیں محبت زمیں پہ تن کہ چلتے اچھے بھلے انسان کو پیروں تک لے آتی ہے۔

کہتے ہیں محبت بڑی منتیں کراتی ہے۔

کہتے ہیں، محبت روٹھ جاتی ہے،

کہتے ہیں،

www.novelsclubb.com

محبت مار دیتی ہے!

"بس ایک بار کہہ دو کہ میں غلط نہیں ہوں۔"

اس نے آنکھیں اٹھائیں۔وہ اس لڑکی سے جھوٹ کیسے بولتا جو جھوٹ پہ زندگی گزارنا چاہ رہی تھی۔

"آنا۔" وہ رک گیا، وہ اس لڑکی کو سچ کیسے بتاتا جو سچ سن کے مر جانے والی تھی۔

وہ تو ڈاکٹر تھا، مسیحا تھا، وہ کسی کو کیسے مار دیتا؟

پر بعض اوقات، زندگی میں بہت سے سچ بتانے پڑتے ہیں۔

ایک دفع کسی کو مار دینا پڑتا ہے، تاکہ اسے جھوٹ پہ جیتے ہوئے روز نہ مرنا پڑے۔

مگر ایک سوال تھا، جو خود مر گیا ہو، وہ کسی اور کو کیا مارے گا؟

"آنا، میں ا۔۔اسے نہیں،" آواز رکنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"نن۔ نہیں بچا پایا۔ میں اپنے بھائی کو۔" اسے پیچھے کھڑی دیوار کا سہارا لینا پڑا۔

"نہیں۔۔" سانس رکنے لگا۔

''بچاپ۔۔''الفاظ منہ میں ہی دم توڑ گئے۔اس کے لبوں سے سسکی بر آمد ہوئی تھی۔

وہ ڈھے گیا تھا۔

وہ بچوں کی طرح رونے لگا تھا۔

شاید اس امید پہ کہ کہیں سے اس کا غم گسار آ کر اس کے گلے سے لگ جائے گا۔

وہ اپنی بات مکمل تک نہیں کر پایا تھا۔

جو خود مر گیا ہو، وہ کسی اور کو خاک مارے گا۔

''ڈی این اے؟''وہ اب بھی بضد تھی۔

''ڈی این اے ٹیسٹ کروایا؟''کوئی جواب نہیں آیا۔

اس کی شاید کسی نے نہیں سنی۔

شاید سب نے اس کی سن کر ان سنی کر دی تھی۔

"داؤد۔۔"اس نے پکارا۔اس شخص نے اس کی طرف نہیں دیکھا۔

پر وہ اسے دیکھ چکی تھی۔

امید کی شمع بجھنے لگی۔

وہ اسے کہنا چاہتی تھی کہ وہ نہ روئے،اس کے آنسو امید کے دیے کو بجھا رہے ہیں۔

مگر الفاظ دم توڑ گئے۔

سب دھند ھلانے لگا۔

وہ بڑی مشکل سے دو قدم آگے بڑھی ہو گی،وہ گھٹنوں کے بل گر گئی۔اٹھنے کی سعی اس نے نہیں کی۔

شاید کوئی اس کی طرف بڑھا تھا،شاید کسی نے اسے سہارا دیا تھا۔

مگر اسے تو کسی بھی شے کا ہوش نہ تھا۔

وہ تو بس اپنے سے ایک کوس دور پڑے وجود کو دیکھ رہی تھی۔

آنکھوں میں اب رونق نہیں تھی۔

دل میں زندگی کی رمق نہیں تھی۔

وہ رو رہی تھی، وہ اس بات سے واقف تھی۔

کیوں؟ وجہ اسے یاد نہ تھی۔

بس یہ یاد تھا کہ وہ اتنا رونا چاہتی ہے کہ اپنے ہی آنسوؤں کے سمندر میں ڈوب جائے۔

www.novelsclubb.com

ارد گرد بہت سے لوگ جمع ہو رہے تھے۔

بہت سی باتیں ہو رہی تھیں۔ بہت وقت گزرتا جا رہا تھا۔

مگر اسے کسی بھی شے کا حساب نہیں رکھنا تھا۔

وقت گزر رہا تھا؟

گزرتا رہتا۔ وہ تو چاہتی تھی کہ اب جب ہمت کر کے اٹھے تو زندگی کی بچی ہوئی گھڑیاں ختم ہو گئی ہوں۔

وہ تو چاہتی تھی کہ وقت تیزی سے آگے بڑھتا جائے، اور اس شخص کے دفن ہونے سے پہلے وہ قبر میں پہنچ جائے۔

مگر ہر چاہ حقیقت ہوتی، تو یہ دنیا جنت نہ ہوتی؟

سورج کب نکلا اور کب سر پہ پہنچ گیا، اسے خبر نہ تھی۔

www.novelsclubb.com

اسے تو ہر سو اندھیرا دکھ رہا تھا۔

کبھی نہ ختم ہونے والا اندھیرا۔

اس کے ارد گرد بہت ہلچل تھی، مگر اس کے لیے تو پوری کائنات صامت ہو چکی تھی۔

سب ساکت ہی رہا، حتی کہ تب بھی جب اس کی ماں اسے ہاتھ سے پکڑ کر، تقریباً گھسیٹتے ہوئے اندر لے گئی۔

سکوت تب بھی نہیں ٹوٹا جب اس کے ارد گرد لوگ جمع ہو کر اسے دلاسے دیتے رہے۔

تب بھی نہیں جب کسی عورت نے اس کو منحوس قرار دے دیا۔۔۔

نہ تب جب اس کی سماعتوں نے اپنے پسندیدہ شخص کے لیے ''مردہ'' جیسا لفظ سنا۔

www.novelsclubb.com

سکوت نہیں ٹوٹا۔

تب تک نہیں، جب تک اس کے سامنے پڑے وجود کو اٹھایا گیا۔

اور جب ٹوٹا تو اچھے اچھوں کو ہلا گیا۔

میت اٹھائی جا چکی تھی۔

دل کی دنیا خالی تھی، ویران تھی، وحشت زدہ تھی۔

اس نے سینے کے مقام پہ ہاتھ رکھا، دل اب بھی دھڑک رہا تھا؟ حد ہے!

اس نے اپنی سانسوں کو سنا۔ یہ رکی کیوں نہ تھیں؟

اس نے اپنی آنکھوں سے دنیا کو دیکھا، اسے اب تک دکھ رہا تھا؟

یہ کیوں کر ممکن تھا؟

اور پھر اس نے انہیں آنکھوں سے میت کو اٹھاتے ہوئے لوگوں کو دیکھا۔

www.novelsclubb.com

کاش وہ اندھی ہو جاتی۔

کاش دنیا رک جاتی۔

کاش سانس تھم جاتا۔

بہت سے کاش تھے، کہیں بھی آس نہ تھی۔

وہ ویران آنکھوں سے ہر منظر کو دیکھتی گئی۔

جب ماں نے اسے روتے ہوئے خود سے لگالیا، تو اچانک اس میں کہیں سے قوت آئی تھی۔

اچانک اسے یاد آگیا تھا کہ وہ کہاں تھی۔

"بابا!" وہ چلاتے ہوئے آگے بڑھی۔

باپ نے ہلکا سا رخ موڑ کر اپنی بیٹی کو دیکھا جس کی حالت غیر ہوتی جارہی تھی۔

"بابا، اسے کہیں آنکھیں کھولے۔" وہ چلائی تھی۔

www.novelsclubb.com

"بابا، اسے بولیں نا۔ مجھے اس کی آنکھیں بہت پسند ہیں۔" ماں نے اسے پکڑ کر اندر لے جانا چاہا۔

اس نے ان کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"اسے کہیں نا۔ مجھے اس کی آنکھوں میں اپنا عکس دیکھنا بہت پسند ہے، بابا۔ اسے کہیں ایک بار مجھے دیکھ لے۔ ایک بار میرا نام لے لے۔" لوگوں کو اس پہ ترس آیا۔

باپ کی آنکھ سے آنسو بہنے لگے۔

لوگ جنازے کو لے جا رہے تھے۔

کوئی اس کے چلانے پہ نہیں رک رہا تھا۔

پیچھے سے عورتیں اسے زبردستی اندر لے جانا چاہ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

یہ دنیا اتنی بے رحم کیوں تھی؟

اتنی سفاک کیوں تھی؟

''بابا!'' وہ اتنا اونچا چلائی تھی کہ ایک پل کے لیے تو پوری کائنات نے اس کی سنی ہو گی۔

''بابا۔اس نے۔۔اس نے میری چڑیا مار دی۔'' جنازے کو کندھا دیتے ان کے ہاتھ کپکپائے۔ باپ کا دل کٹ کے رہ گیا۔

''بھائی!'' وہ پھر چلائی تھی۔اس پکار پہ بہت سے لوگوں کے کان کھڑے ہوئے۔

جنازے کے ساتھ چلتے عیسی کو پہلی بار اندازہ ہوا تھا کہ وہ کچھ بھی کر لیتا، یوشع احمد کی جگہ نہیں لے سکتا تھا۔

کاش وہ ایک دن کے لیے ہی سہی، کہیں سے یوشع احمد کو لے کر آ سکتا۔

www.novelsclubb.com

کاش اس کے بس میں ہوتا کہ وہ کبھی بھی اپنی بہن کو اس حال تک نہ پہنچنے دیتا۔

اور ایلیانہ احمد، وہ خود کو ان عورتوں کی گرفت سے آزاد کروا کر ان لوگوں کی طرف بھاگنا چاہتی تھی۔

وہ چاہتی تھی کہ اسے بھی اس کی زندگی کے ساتھ ہی دفن کر دیا جائے۔

چاہ تو بہت تھی، کہیں بھی راہ نہ تھی۔

"بھائی، کہاں ہیں آپ۔ بھائی دیکھیں، یہ اسے مجھ سے دور لے کر جا رہے ہیں۔ کوئی تو میری سنے۔۔۔" وہ واقعی ہوش میں نہیں تھی۔ وہ دہائیاں دے رہی تھی۔ منتیں کر رہی تھی۔

ہجوم میں کھڑے کئی لوگوں نے اسے ہمدردی سے دیکھا، کچھ نے غصے سے۔

"امی، بھائی کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا تھا کہ مجھے جب ضرورت پڑے گی، وہ میرے ساتھ ہوں گے۔ میرے بھائی کہاں ہیں؟" اس نے ماں کی طرف دیکھا، کوئی جواب نہ تھا۔

www.novelsclubb.com

کوئی اس پاگل لڑکی کو سمجھائے کہ مردہ وعدے نبھانے کے لیے زندہ نہیں ہوتے!

"اسے کہیں مجھے سمجھائے، کوئی اسے کہے کہ مجھے اپنے بنا جینا سکھادے۔ مجھے درد ہو رہا ہے، امی۔ بہت درد!" اب کی بار وہ اپنے بھائی کی بات نہیں کر رہی تھی۔

وہ چلا چلا کے تھک گئی تھی۔

وہ گر گئی، اپنی ماں کی بانہوں میں جھول گئی۔

وہ ڈھے گئی۔ اور سہارا دینے والا موجود نہ تھا۔

ہر طرف اندھیرا چھانے لگا، اندھیروں میں روشنی دکھانے والا مر جو گیا تھا۔

سب ختم ہو گیا، وہ ایک شخص اپنے ساتھ پوری دنیا لے گیا!

●●●●●

www.novelsclubb.com

(اللہ اکبر! اللہ اکبر!)

سیاہ بادلوں سے ڈھکا نیلا آسمان، اس کی آنکھیں درد کر رہی تھیں۔

یہ وہ کہاں آگئی تھی؟

اس نے قدم آگے بڑھائے۔ایک طرف سے خوشی کی آوازیں آرہی تھیں،

قہقہوں کے نغمے سنائی دے رہے تھے۔

وہ اسی طرف جاتی گئی۔

(اشھدان لاالہ الااللہ

اشھدان لاالہ الااللہ)

اس نے خود کو دیکھا،خود کو بے حد محویت سے ایک شخص کو تکتے دیکھا۔

بے اختیار ہاتھ دل تک گیا۔

www.novelsclubb.com

جانے کیوں اس کا دل کیا تھا کہ خود کو ہنسنے سے روک لے،خود کو بتادے کہ زیادہ

ہنسنے پہ غم روٹھ جاتے ہیں!

اس کا دل چاہا۔۔۔اس کا دل۔۔۔

سب رک گیا۔ حتی کہ اس کے قدموں تلے گردش کرتی زمیں بھی۔

اسے ایک چہرہ دکھائی دیا، تو سب منظر ترتیب میں آ گئے۔

وہ ہر بات بھول گئی۔اسے سب یاد آ گیا۔

اس کی آنکھیں چمکیں۔وہ بھول گئی کہ ہنسنا نہیں تھا۔

(اشھدان محمد الرسول اللہ

اشھدان محمد الرسول اللہ)

www.novelsclubb.com

سب یاد آ گیا تو اس نے بھاگنا چاہا اس شخص کی طرف

اس نے ہونی کو ٹالنا چاہا تھا۔

مگر وہ تو اپنی جگہ سے ہلنے سے قاصر تھی۔

(حی الا الصلوات

حی الا الصلوات)

فضا کو چیرتی آواز نے اس کے دل کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کیا۔

اس نے ایک طرف دیکھا، اور پھر ہر منظر دھندلا گیا۔

سیاہ تاڑ کول پہ پھیلتا سرخ سیال!

www.novelsclubb.com

(حی الا الفلاح

حی الا الفلاح)

اس کی نگاہیں بھٹک کر ایک مرکز پہ ٹھہر گئیں۔

دل پہ کسی نے کوئی چابک دے مارا تھا۔

وہ، وہ اپنے پرندے کو بچانے سے قاصر رہی تھی۔

وہ۔۔

(اللہ اکبر

اللہ اکبر)

اس کی آنکھ کھل گئی۔

وہ روتے ہوئے اٹھی تھی۔ وہ آواز۔۔۔

وہ اذان۔

اس نے بڑی امید سے ارد گرد دیکھا۔

وہ تنہا تھی۔

www.novelsclubb.com

اس نے گھڑی کو دیکھا۔ یہ نماز کا وقت تو نہ تھا۔

وہ تو کوئی یاد تھی شاید، جو ذہن کے پردوں میں قید تھی۔

ایک یاد، جس نے جانے اسے کتنے سال haunt کرنا تھا۔

اس کا سر شدت سے درد کر رہا تھا۔

کمرے میں نیم اندھیرا تھا۔ اور اس کا پورا جسم پسینے میں شرابور تھا۔

وہ دکھتے بدن کے ساتھ اٹھ گئی۔ بڑی مشکل سے وہ کمرے سے باہر نکلی تھی۔

سورج کی روشنی نے اس کی آنکھیں چندھیا دیں۔

وہ کافی دیر سوتی رہی تھی۔

اس نے وہ آخری شے یاد کرنی چاہی جو اس نے دیکھی تھی۔

اسے زیادہ تگ ودو نہیں کرنی پڑی۔بہت جلد اسے یاد آگیا کہ اس نے آخری مرتبہ کیا دیکھا تھا۔

کیا کچھ دیکھا تھا۔

اس نے سدرا کو اپنی طرف آتا دیکھا۔وہ اب بھی عالیان کے گھر تھے۔

سدرا شاید اس کا بخار دیکھ رہی تھیں۔

اس نے ان کے ہاتھ کو نرمی سے ہٹایا۔

اسے اپنے پیچھے آہٹ سنائی دی تو وہ فوراً مڑی۔

ایک رات نے اسے آہٹوں پہ چونکنے پہ مجبور کر دیا تھا۔

اس نے داؤد کو شکستہ قدم اپنی طرف بڑھاتے دیکھا۔

اس نے شاید پہلی بار داؤد کے ہاتھوں کو کپکپاتا ہوا دیکھا۔

اس کی آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے اور وہ انہیں روکنے یا چھپانے کی سعی نہیں کر رہا تھا۔

ایلیانہ نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔

اس نے دیکھا کہ وہ شخص کاغذ کا کوئی ٹکڑا اس کی طرف بڑھا رہا ہے۔

"تمہیں لگا تھا نا آنا کہ کوئی تمہاری بات نہیں سن رہا۔" نہیں، خدارا نہیں۔

وہ کچھ نہ بولے، کچھ ایسا نہ بولے کہ سورج بھی اندھیروں کو مٹا نہ سکے۔

آنا کے دل نے شدت سے یہ چاہا تھا۔

"میں نے سنی تھی تمہاری، تمہیں لگا تھا نا کہ۔۔ کہ وہ جلا ہوا جسم اس ش۔۔ شخص کا نہیں ہو سکتا۔ مجھے بھی لگا تھا۔" آنا کو لگا کہ اس کے آنسوؤں کی رفتار اور بڑھ گئی ہے۔

"میں نے تمہارے کہنے سے پہلے ڈی این اے ٹیسٹ کروایا تھا۔ میں دنیا پہ اعتبار کیسے کرتا، آنا؟ وہ میرا بھائی ہے، کوئی اسے میری موجودگی میں نقصان کیسے پہنچا سکتا تھا؟" آواز بے طرح کپکپائی۔

عمر بھر کے پچھتاوے اس شخص کے نصیب میں لکھے جا چکے تھے۔

داؤد نے کاغذ ایلیانہ کی طرف بڑھا دیا۔

وہ رو کیوں رہا تھا؟ آنا کو سمجھ نہ آ سکی۔

اس نے کاغذ تھام لیے، اس مریض کی طرح جسے مرض الموت کی دوا ملنے لگی ہو۔

جسے صدیوں کی کھوج کے بعد آب حیات ملنے والا ہو۔

www.novelsclubb.com

اس اندھے کی طرح جس نے علاج کے بعد پہلی بار دنیا کو دیکھنا ہو۔

اس معذور کی طرح جس نے پہلی بار بے ساکھی کے بنا چلنا ہو۔

اس بچے کی طرح جس کو اس کا پسندیدہ کھلونا ملنے والا ہو۔

داؤد فوراً باہر کی طرف بھاگا۔

اور آنا احمد؟ اسے اپنے یقین پہ اتنا یقین تھا کہ اسے برج کی طرح کھڑے ڈھاتے ہوئے ہادی نہیں دکھے۔

اسے پچھتاوے اور کرب میں گھٹ کے مرتا داؤد نہ دکھا۔

اسے ایک بار پھر بے آب مچھلی کی طرح تڑپتی اپنی ماں نہیں دکھی۔

اسے دوست کو تسلی دیتا اور خوف سے اپنی بیٹی کو دیکھتا اپنا باپ نہ دکھا۔

اسے داؤد کے پیچھے جاتا ہوا اپنا بھائی نہ دکھا، جو کل سے اتنا رویا تھا کہ پوری زندگی کے قہقہوں کا قرض اتر چکا تھا۔

اسے اپنی زندگی کی اتنی امید تھی کہ اسے خود کو نگلتی موت نہ دکھی۔

اس نے کاغذ کو یوں تھام رکھا تھا، گویا وہ زندگی کا عندیہ ہو۔

اس نے ڈرتے ہوئے، اور بہت یقین سے، رزلٹ دیکھتے کسی بچے کی طرح، اس کاغذ کو اپنی نگاہوں کے سامنے کیا۔

بادل زور سے گرجے تھے۔

آب حیات سوکھ گیا۔

دوا کی شیشی ٹوٹ گئی۔

علاج فضول گیا، آنکھ بے نور ہو گئی۔

بے ساکھی ٹوٹ گئی اور ٹانگوں کے ساتھ دل بھی مفلوج ہو گیا۔

بچے کے سامنے اس کا پسندیدہ کھلونا ٹوٹ گیا۔

ختم ہو گیا، فنا ہو گیا۔

سورج کی روشنی گم ہو گئی۔دن کے اجالے کھو گئے۔

سب ختم ہوا،سب تمام ہوا!

اس نے اپنے پاس کھڑے صوفے کا سہارا لینا چاہا۔

مگر جو چابک اس کے منہ پہ پڑی تھی،اس نے کسی سہارے کو پکڑنے کا موقع ہی نہ دیا۔

دل کرچیوں میں بٹ گیا۔

امید مر گئی،یقیں فنا ہوا۔

ڈی این اے کی اس بے ضرر سی،بے جان سی رپورٹ نے اس کے اچھے بھلے دھڑکتے دل کو مفلوج کر دیا۔

اس کی خوشیوں کو گرہن لگ گیا۔

اس کی آنکھوں کے چراغ بجھا دیے گئے۔

زندگی ساتھ دینے سے مکر گئی، ساتھ رہنے کا وعدہ کرنے والا اسے بالآخر چھوڑ گیا تھا۔

بہار ختم ہو گئی، اور اسے خزاں بھی نصیب نہ ہوئی۔

نصیب ہوا تو جاڑا، مردہ خانے جیسی سفاک سرد ہوا!

اس کی آنکھیں اب کی بار بند نہیں ہوئی تھیں۔

اس نے خود کو کہتے سنا تھا۔

"مجھے اس سے ملنا ہے۔" سب نے اسے گھورا۔

ماں جو اس کی طرف بڑھ رہی تھی، تھم گئی۔

www.novelsclubb.com

"کوئی مجھے اس کی قبر پہ لے جاؤ۔" ایک پل میں وہ تیئیس سالہ لڑکی بوڑھی ہو گئی تھی۔

ایک لمحے میں اپنے شوہر کی زندگی کی دلائل دیتی لڑکی اس کی قبر پہ جانے کی منتیں کرنے لگی تھی۔

ایک پل گزرا تھا، اور اس کی چلاتی ہوئی آواز بہت زیادہ تھک گئی تھی۔

اس سے بڑی بھول ہو گئی تھی، اس نے تو آخری بار اس کا چہرہ بھی نہیں دیکھا تھا، اسے کیا خبر تھی کہ پھر وہ چہرہ کبھی دیکھنے کو ملے گا ہی نہیں!

آہ، یہ زندگی، جو نہ ماں کی گود ہے نہ پھولوں کی سیج، آہ یہ زندگی! جو موت سے زیادہ سفاک ہے۔

www.novelsclubb.com

●●●●●

سورج ڈوبنے کی تیاریوں میں تھا، عصر کی اذان کی گونج ہر مخلوق نے سنی۔ نمازیوں نے مسجد کا رخ کیا، پرندوں نے اپنے بچوں کے لیے دانے ڈھونڈنے کی ایک آخری کوشش کی۔

وقفے وقفے سے بادل برس رہے تھے، بہت وفادار تھے وہ۔

اس کے درد کو بانٹ رہے تھے۔

گیلی مٹی کی خوشبو نتھنوں سے ٹکرائی۔ پہلی بار، وہ اس خوشبو کو محسوس کر کے مسکرا نہیں پائی۔

اس نے سیاہ رنگ کا کرتا پہن رکھا تھا۔ شاید یہ وہی کرتا تھا جو اس نے تین سال قبل دسمبر کے ہی دنوں میں پہن رکھا تھا۔

www.novelsclubb.com

جب اس نے پہلی بار وہ ساحرانہ آواز سنی تھی۔

جب اس کے دل نے پہلی بار اس کے آگے جھک جانے کو ترجیح دی تھی۔

جب اس انا پرست لڑکی نے پہلی بار محبت کو دیکھا تھا۔

اور، آج وہ محبت کے انجام کی گواہ بنی تھی۔

جب اس کے باپ نے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا، تو وہ بنا کچھ کہے اس قبر تک گئی۔

دل کی دھڑکن دھیمی پڑنے لگی۔

اس نے قبر کی مٹی کو دیکھا، اس کے جسم کی حرکت بہت کاہل سی تھی۔

سست روی سے اس نے قبر کی گیلی مٹی کو ہاتھ میں سمیٹا۔

اس کے ہونٹ کا دایاں کونا اوپر کو اٹھا۔ آنکھیں نم اور سرخ ہونے لگیں۔

اس مٹی کو ناک کے قریب کر کے اس نے اس جگہ کی مخصوص خوشبو کو خود میں اتارا۔

وہ نم آنکھوں سے مسکرائی تھی۔

"مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم

تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے؟"

آنسو گرنے لگے، بارش برسنے لگی۔

اس کی سسکیاں پورے قبرستان نے سنی۔

اسے ان آوازوں کی عادت تھی۔

اس کی چیخوں کو آسمان نے سنا۔

اسے اس لڑکی کی چیخوں کی عادت نہیں تھی۔

آسمان رو دیا، فضا اداس ہو گئی۔ پھول مرجھا گئے، دل رو ندیا گیا۔

قبر کی مٹی ہاتھ سے ہولے ہولے پھسلتی گئی، گویا جسم سے جان آہستہ آہستہ نکل رہی ہو۔

اداسی آنکھوں سے ہواؤں تک کا سفر طے کر رہی تھی۔

فضائیں ماتم کناں تھیں۔

اور ہر شے ایک ہی سوال کا جواب چاہ رہی تھی۔

تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے؟

وہ قبرستان کے بیچوں بیچ گر گئی۔ منہ کے بل، جسم سے جان نکل چکی تھی۔

معیاد مکمل ہو چکی تھی۔

لو عشق کا مقصد پورا ہوا۔

اکڑ کے چلتا انساں زمیں بوس ہوا۔

محبت روٹھی گئی، محبت نے مار دیا۔

وہ قبر سے دور ہٹتی گئی۔

ان کے درمیان زمین آگئی تھی۔

ان کے درمیان موت آگئی تھی۔

●●●●●

تاریخ تھی چھ دسمبر، جگہ، عالیان ہادی کا پراسرار سا گھر۔

عیسی اور داؤد لان میں بیٹھے تھے، داؤد شاید بارہواں سگریٹ سلگا رہا تھا، جب آنا وہاں آئی، عیسی نے کرسی اس کے آگے کر دی۔

دونوں کے ہاتھ میں سگریٹ دیکھ کر معمولی دنوں میں وہ خوب تماشا کرتی، خوب ڈانٹتی، مگر اب اس میں اتنی جان کہاں تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ تو مر چکی تھی، اور اپنے ہی جسم میں دفن ہو کے رہ گئی تھی۔ داؤد اور عیسی کی آنکھوں کا حال اسے بتا رہا تھا کہ وہ اکیلی نہیں ہے جس کی زندگی رکی ہو۔

''میں جانتی ہوں۔۔و۔۔وہ ک۔۔کون تھا۔۔'' ہاہاہا، دو دونوں میں وہ ہکلانے لگی تھی۔

داؤد نے اسے تعجب سے زیادہ رنج سے دیکھا تھا، وہ واقعی سٹھیا گئی تھی۔

''زیان حیدر۔۔میں نے اسے دیکھا تھا۔'' اس نے لمبا سانس لیا۔

داؤد کو اول تو کچھ سمجھ نہیں آیا، پھر وہ جھنجھلایا اور پھر اپنی کنپٹی کو مسلتے ہوئے، آنکھوں میں آتے آنسوؤں کو پینے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بمشکل بولا۔

''کیا تم پر یقین ہو؟''

''ایک سو ایک فیصد۔۔'' جواب پہلے ہی تیار تھا۔

www.novelsclubb.com

''میں نے اسے دیکھا تھا، وہاں۔میں حیران تھی، مگر پھر۔۔سب الجھ گیا، وہ، و۔۔وہ حادثہ۔۔'' اس نے پھر کھینچ کے سانس لیا، آنکھوں میں پھر آنسو بھرنے لگے۔

"عالیان اور اس کے جھگڑے بہت دیر سے چل رہے تھے، مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا تب مگر اب۔۔"اور لفظ "اب" پہ ضبط ٹوٹ گیا۔آنسو بہنے لگے، داؤد اور عیسی دونوں نے نظریں چڑائی تھیں، وہ جانے کیسے ضبط کر کے بیٹھے ہوئے تھے۔

داؤد اٹھا تو عیسی نے بھی اس کی تقلید کی۔وہ جانتا تھا داؤد کہاں جا رہا تھا۔

●●●●●

یہ ایک نفیس سے بنگلے کا منظر ہے، لان میں ایک ادھیڑ عمر مرد اور عورت بیٹھے چائے پی رہے تھے، دونوں کے چہروں پر پریشانی کے آثار تھے۔

ایسے میں ذرا سی ہلچل پہ وہ دونوں چونکے، اب کے منظر پہ ابھرنے والا کردار تمہیں شناسا لگے گا۔

www.novelsclubb.com

آنکھوں میں خوب غصہ اور نفرت سمائے داؤد عمر سامنے کھڑا تھا، اور اس کے ساتھ عیسی جو کہ مصلحت سے کام لینا جانتا تھا۔

''داؤد، تم یہاں؟'' یہ آواز حیدر علی کی تھی۔

''حیدر صاحب۔۔'' وہ تمسخرانہ مسکرایا، اس کی آنکھوں میں وحشت تھی۔

''اپنے بیٹے کو بلائیں گے؟'' اس نے اسی وحشت سے یہ جملہ ادا کیا۔

''وہ تو میں بلا دیتا ہوں، مگر۔۔ تم ٹھیک نہیں لگ رہے، داؤد۔ تمہیں اس وقت گھر پہ رہ کے آرام کرنا چاہیے تھا۔'' وہ اچھی طرح واقف تھے اس سانحے سے جو اس پر گزر چکا تھا، سو پریشانی سے بولے۔

اتنے میں خمار آلود آنکھوں والا مرد لان میں آیا۔ داؤد کو دیکھ کر ایک پل کو تو اس کے طوطے اڑ گئے تھے، پھر خود کو سنبھالتے ہوئے وہ سامنے آ کھڑا ہوا۔

www.novelsclubb.com

''میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں، زیان۔'' اس نے اتنے صبر سے بات کیوں کہی تھی، یہ سمجھتے ہوئے زیان نے کہا۔

"ہاں، میں واک کے لیے ہی جا رہا تھا، تم بھی ساتھ آ جاؤ۔" اس کی آنکھوں میں اطمینان کے پیچھے خوف چھپ کے بیٹھا تھا۔

زیان نے حیدر کی طرف دیکھ کر گویا انہیں تسلی دی تھی، حیدر اپنی بیوی کے ساتھ جا بیٹھے۔

زیان اب باہر جا رہا تھا، داؤد نے تیز رفتار کے ساتھ اس کا پیچھا کیا۔

عیسی بھی ساتھ ہی تھا۔

اس بنگلے سے اور روشنیوں سے خاصا دور آنے کے بعد داؤد رکا تو وہ دونوں بھی رک گئے۔

www.novelsclubb.com

"زیان حیدر، مجھے ادھر ادھر کی باتیں کرنے کی عادت نہیں۔ صاف صاف بتاؤ کہ تم نے میرے بھائی کے ساتھ کیا کیا ہے؟ کیا سب چیزوں کے پیچھے تمہارا ہاتھ۔۔"

اس کی بات کاٹتے ہوئے زیان ہنسا، ہلکی سی روشنی میں زیان کی آنکھوں میں کمینگی کی چمک دیکھنا اتنا بھی مشکل نہیں تھا۔

"سچ کہوں تو میں نے اسے بہت روکا تھا، داؤد۔ سو بار تنبیہات دی تھیں، سو بار کہا تھا کہ میرے معاملات سے دور رہو۔۔ مگر وہ بہت ڈھیٹ نکلا، باتوں کی زباں اسے سمجھ آئی نہیں، ہاتھوں سے زیادہ مجھے پستول کا استعمال آتا ہے تو۔۔" وہ مسکراتے ہوئے بہت آرام سے کہہ رہا تھا جب داؤد نے ایک زوردار مکا اس کے جبڑے پہ دے مارا۔ وہ رکا نہیں تھا، وہ اسے مار رہا تھا مسلسل، اور عیسی اسے مسلسل روک رہا تھا۔

"داؤد بھائی، رک جائیں، اس میں اور ہم میں کیا فرق رہ جائے گا، بھائی؟" وہ اسے روکنے میں بری طرح ناکام ہو رہا تھا۔

اور زیان ڈھیٹوں کی طرح مسلسل ہنسنے پہ اکتفا کر رہا تھا۔ ہر گنہگار کی طرح وہ بھی ابھی گناہ کے نشے میں چور تھا۔

وہ ابھی قتل کے سرور میں تھا۔

اس کی سیاہ آنکھوں میں ایک الگ ہی غرور تھا۔

اس کی مسکراہٹ چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی۔

"میرا کچھ بگاڑ کے دکھاؤ۔۔"

بالآخر داؤد نے عیسی کی سن لی، وہ دونوں اب وہاں سے جا رہے تھے۔

البتہ جاتے ہوئے اسے ایک دفعہ پوری جان سے مکا مارنا عیسی نہیں بھولا تھا۔

زیان درد میں تڑپتا اور پاگلوں کی طرح ہنستا ہوا اپنے گھر پہنچا تھا۔

امینہ حیدر اسے دیکھ کر تڑپ اٹھیں، مسکرا کر اس نے کہا کہ راستے میں کوئی ڈاکو مل گیا تھا، باپ جو کہ سب جانتا تھا بس اسے دیکھتا رہا۔

کچھ دیر بعد جب زیان اپنے زخموں پہ دوا لگا رہا تھا، تو دروازے کی اوٹ میں کھڑے ہو کے حیدر نے کہا تھا۔

"بہت بڑا گناہ کر بیٹھے ہو، زیان۔ خدا کی قسم، اس بندے کا صبر ہے جو تم زندہ ہو، ورنہ اس کی آنکھوں میں جو آگ ہے نا، وہ اکیلی تمہیں ایک پل میں جہنم تک پہنچانے کے لیے کافی ہے۔" زیان ان کی بات سن کے سر جھٹک کے بس ہنس دیا۔

"غرور میں ہو یا سرور میں؟ دعا کروں گا دونوں ہی جلد ٹوٹ جائیں۔ تم آسمانوں میں ہو، زیان، تم بھول گئے ہو زمین پہ پٹخا دیا جانا کیسا ہے۔" وہ افسوس سے کہتے، وہاں سے چلے گئے۔

انہیں اپنی پرورش پہ شرمندگی محسوس ہوئی تھی۔

●●●●

تاریخ تھی دس دسمبر، وقت صبح آٹھ بجے۔

وہ ہسپتال میں داخل ہوا۔

گو اس کی پوری دنیا اجڑ گئی تھی، وہ کسی پہ اس بات کا انکشاف کیسے ہونے دیتا؟

سو اس نے آنکھوں پہ سن گلاسز پہن رکھے تھے، سب سے پہلے اسے ہسپتال کے ڈین کے پاس جا کر اپنی غیر موجودگی کی وجوہات بتانی تھیں۔

سو اس نے ایک خط اس کے نام لکھا، اور اس کے آفس میں چھوڑ آیا۔

ریسیپشن پہ پتا کیا کہ کسی مریض کو اس کی ضرورت تو نہیں۔ ویسے اس کے ڈیوٹی آوورز شروع ہونے میں ابھی وقت تھا۔

کچھ نہ ملنے پہ وہ کامن روم میں جا بیٹھا۔

www.novelsclubb.com

وہاں کوئی نہ تھا، اسے نیند آنے لگی تھی، وہ کئی راتوں سے بالکل بھی نہیں سویا تھا، حالانکہ اگر اس نے ان چند دنوں میں کسی شے کی خواہش کی تھی تو وہ نیند تھی، ابدی نیند۔

جانے کب اپنے سر درد سے پریشان آکر وہ وہاں سے بھی اٹھ بیٹھا۔

وہ بچوں کے نگہداشتی وارڈ کی طرف گیا تھا۔ وہ وہاں جانا نہیں چاہتا تھا، بس قدم خود ہی اس طرف بڑھتے گئے۔

وہاں کچھ بچے بہت رو رہے تھے، کچھ سو رہے تھے، کچھ کے ساتھ ان کے ماں باپ تھے۔

www.novelsclubb.com

اس کی توجہ ایک بچی کی طرف گئی جو بالکل تنہا اور خاموش بیٹھی تھی۔

وہ اس کے پاس جا بیٹھا۔

بچی اسے دیکھ کر بھی ساکن رہی۔ تقریباً چار منٹوں بعد اس نے استفسار کیا۔

"کیا آپ ڈاکٹر ہیں؟" داؤد نے ہاں میں سر ہلایا۔

"کیا میں یہ لے سکتی ہوں؟" اگلا سوال کرتے ہوئے ہی وہ اس کے چشمے اتار چکی تھی۔

داؤد اسے منع نہیں کر پایا۔ البتہ ان چشموں کو اتارتے ہی اس سات سالہ بچی نے پریشانی سے اس ڈاکٹر کو دیکھا۔

"کیا آپ بہت روئے ہیں، ڈاکٹر انکل؟" اس کے سوال پہ اول تو داؤد کچھ نہ بولا پھر ہولے سے ہاں میں سر ہلا دیا۔

"کیوں؟" اس کے سوال اب بھی وہیں تھے۔

www.novelsclubb.com

"کیوں کہ۔۔میں نے کسی کو کھو دیا ہے۔۔۔"

''اوہ۔آپ کو پتا ہے تھوڑے دنوں پہلے میری ایک دوست کی گڑیا گم گئی،اور آپ کو پتا ہے میرا بلا،وہ کچھ دن پہلے جانے کہاں غائب ہو گیا۔''داؤد اس کی بات بہت غور سے سن رہا تھا۔

حادثے انسان کو واقعی بدل دیتے ہیں۔

''وہ بیمار تھا،مما اور پپا اسے ہسپتال لے کر گئے،پھر وہ کبھی واپس نہیں آیا۔اسی لیے مجھے ہسپتال بالکل اچھے نہیں لگتے۔''

''مجھے بھی۔۔''داؤد نے کھوئی ہوئی آواز میں کہا تو وہ کھلکھلا کے ہنس دی۔

''لیکن آپ تو ڈاکٹر ہیں نا؟''اس کے سوال پہ داؤد واپس ہوش میں آیا۔

www.novelsclubb.com

''ایک بات کہوں۔۔۔''بچی نے پوچھا تو داؤد نے ہاں میں سر ہلایا۔

''آپ کے چشمے اتارنے سے پہلے بھی مجھے معلوم تھا کہ آپ اداس ہیں۔''داؤد اب کی بار حیران ہوا تھا۔

''اور وہ کیسے ؟''اس نے تعجب سے پوچھا تو بچی نے مسکرا کر کندھے اچکا دیے۔

''مما کہتی ہیں وہ کسی بہتر جگہ پہ ہو گا۔'' وہ واپس سے اپنے بلے کی بات کر رہی تھی یا شاید داؤد کو کچھ بہت اہم بتا رہی تھی۔

داؤد نے کچھ کہنا چاہا، مگر الفاظ منہ میں ہی دم توڑ گئے۔

وہ وہاں سے اٹھ چکا تھا، بھاگ رہا تھا۔

اسے حقیقت سے منہ موڑنا ہی واحد حل دکھ رہا تھا۔

پورا دن اس نے کسی سے بات نہیں کی، مریضوں کا معائنہ کیا، بیماریوں کی تشخیص کی اور اپنے کرب کو نظر انداز کیا۔

www.novelsclubb.com

اور کسی نے بھی اس سے بات نہیں کی، کیوں کہ اس کی حالت دیکھ کر کوئی بھی بتا سکتا تھا کہ آج اس سے بات کرنے کا مطلب اپنے پاؤں پہ خود کلہاڑی مارنا تھا۔

یہ ہمت بالآخر کینٹین سے سینڈوچ لے کر آتی اس ڈاکٹر نے کی تھی، جو پچھلے پانچ دن اس کی غیر موجودگی کی وجہ تلاشنے میں ہلکان ہوتی رہی تھی۔

"تو ڈاکٹر، کہاں تھے آپ؟" وہ اس کے قدموں سے قدم ملانے کی کوشش کرتے ہوئے بول رہی تھی۔

"جہنم میں۔۔" جواب خاصی تلخی سے دیا گیا۔

"ظاہر ہے، آپ کی موجودگی میں کوئی جگہ جنت تو ہونے سے رہی۔۔۔" ماریہ نے عادتاً کہا، وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ اپنے الفاظ پہ کتنا پچھتانے والی تھی۔

داؤد نے عادتاً نہ جواب دیا اور نہ ہی سر گرا کے ہنسا۔

www.novelsclubb.com

وہ بس ہسپتال کی عمارت سے دور بھاگ رہا تھا۔

"آپ بھاگ کیوں رہے ہیں؟" اس کی تیز رفتار کے آگے گھٹنے ٹیکتے ہوئے وہ جھلا ہی تو گئی تھی۔

داؤد اچانک رکا، پیچھے مڑا اور غرایا۔

"کیوں کہ میرا اندر دم گھٹ رہا ہے۔ کیا یہ وجہ کافی ہے، میم؟" ماریہ اس کے اونچے لہجے پہ بدک کر پیچھے ہوئی اور پھر سانس بحال کرتے، آنکھوں میں نرمی سمائے کہہ بیٹھی۔

"مجھے بتائیں کیا ہوا ہے۔ آپ کی خاموشی اور۔۔اور سوجی ہوئی آنکھیں میرے دل کو خالی کر رہی ہیں۔

مجھے بتائیں کہ سب ٹھیک ہے۔ مجھے تسلی دیں، میرا دل کٹ رہا ہے، ڈاکٹر۔" داؤد نے ایک گہرا سانس لیا۔

www.novelsclubb.com

اور سامنے پڑے بنچ پہ جا بیٹھا۔ وہ اس سے کچھ فاصلے پہ ہی تھی جب داؤد کے فون پہ کوئی پیغام آیا تھا، وہ کوئی نوٹیفیکیشن تھی۔

داؤد نے سرسری سی نظر اس پہ ڈالی، اگلے ہی لمحے فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ گھاس پہ جا گرا، وہ کھینچ کھینچ کے سانس لینے لگا تھا، رگیں تن گئی تھیں، آنکھوں میں پھر سے آنسو ابھرنے لگے تھے۔

اس شخص کی غیر موجودگی اسے کتنا کمزور کر گئی تھی۔ وہ شخص جسے وہ سو باتیں سناتا تھا، جسے وہ نکما کہتا تھا، جسے وہ کہتا تھا کہ اس کی زندگی کا۔۔اس کی زندگی کا کوئی فائدہ نہیں، اس کی موت اسے ناکارہ کیوں کر گئی تھی؟

جسے وہ ہمیشہ جلی کٹی سناتا تھا، جسے وہ ہمیشہ کہتا تھا کہ تمہاری موجودگی کا کوئی فائدہ نہیں، وہ گیا تھا تو ایسا کیوں لگ رہا تھا کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی مفلوج ہو گئی ہے۔

ماریہ نے ایک لمبا سانس لے کر، داؤد کو مسلسل دیکھتے ہوئے، گھاس پہ گرا فون اٹھا لیا، اگلا منظر دیکھ کر وہ چلائی تھی، وہ سوکھی گھاس پہ بیٹھتی گئی۔ اسے واقعی اپنے وجود میں جان محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

سامنے تصویر میں جو شخص تھا، وہ اسے پہچانتی تھی۔ بہت اچھے سے۔ اس ادھ جلے جسم کو دیکھ کر ذہن میں وہ مسکراتا ہوا لڑکا آیا تھا۔

داؤد عمر کا بھائی، اس کا راز داں، اس کا واحد دوست۔

وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ اس کی آنکھوں سے مسلسل اشک رواں تھے، اس بات سے بھی کہ وہ سانس لینی کی سعی کر رہی تھی، اس بات سے بھی کہ سامنے بیٹھا شخص سر ہاتھوں میں گرائے ایک بار پھر بکھر چکا تھا۔

چند منٹ اسی طرح رونے کے بعد وہ یکدم کھڑی ہو گئی۔

"آپ۔۔ آپ ٹھیک نہیں ہیں۔ آپ۔۔ وہ۔۔ کیسے۔۔ کیوں؟" وہ دبا دبا چلا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

اس کے پاس بہت سوال تھے۔

''اس کیوں کا جواب میرے پاس ہوتا تو میں چین سے مر نہ جاتا؟'' داؤد نے قدرے غصے سے کہا۔ پھر وہ اٹھا، اور معذرت کر کے اندر چلا گیا۔ ماریہ کچھ دیر تک ہل بھی نہیں پائی۔

بعد میں پورا دن دونوں نے کسی شے کا ذکر نہیں کیا۔

داؤد اپنے غم سے بھاگ رہا تھا، اور ماریہ اب تک بے یقینی کا شکار تھی۔

زندگی اتنی بے رحم تو نہیں ہو سکتی۔

●●●●●

''ایلیانہ احمد۔۔'' وہ آواز، اس آواز کو وہ ہزاروں میں پہچان سکتی تھی۔

www.novelsclubb.com

اس کی آنکھ یکلخت کھل گئی۔

اس نے خود کو ٹیرس پہ پایا، وہ سردی میں جم ہی تو رہی تھی۔

اس نے قوت جمع کی، اس آواز کو پھر سننے کی شدت سے خواہش کی۔

''اٹھو۔۔تم خود کو مار نہیں سکتی۔میں تمہیں خود کو مارنے نہیں دوں گا۔''آواز کی طرف رخ موڑا تو اس کی آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہو گئیں۔وہ سامنے کھڑا تھا، گویا کبھی گیا ہی نہیں تھا۔

اس نے لب کھولے، سانس رک گیا۔آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

''عالیان!''اس نے پکارا۔وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔

کہیں بہت اندر وہ خود بھی اس بات سے واقف تھی کہ یہ سب اس کے ذہن کا کیا دھرا تھا۔

وہ واقف تھی کہ وہ اس کا وہم تھا، جسے اس کے ذہن نے اسے سروائیو کروانے کے لیے جنم دیا تھا۔

www.novelsclubb.com

وہ ایک چھلاوا تھا، ایک فریب۔

حقیقت تو یہ تھی کہ۔۔۔

اس سائے نے رخ موڑ لیا۔

"مجھے چھوڑ کر مت جاؤ، عالیان، میں مر جاؤں گی۔" وہ چلائی۔

"میرے سینے میں بہت درد ہو رہا ہے، میری جان نکل رہی ہے، یار۔ سانس نہیں آ رہا۔ تم مجھے کیسے چھوڑ سکتے ہو؟"

اس کی آنکھیں ویران تھیں کسی اجڑی ماں کی گود کی طرح، اس بیوی کی طرح جس کا شوہر بارڈر پہ لڑتے ہوئے شہید ہو گیا، اس جوان لڑکی کی طرح جسے دھتکار دیا گیا۔ اس بچے کی طرح جس کا پسندیدہ کھلونا گم گیا، اس طائر کی طرح جسے اس کے دوست نے قید کیا۔ اس طفل کی طرح جسے بہت دیر بعد احساس ہوا کہ وہ غلط شخص پہ یقین کر چکا ہے۔ اس مریض کی طرح جسے موت دکھ گئی۔

اس نے اٹھنا چاہا۔۔ وہ گر گئی۔

"تم مجھے مفلوج کر رہے ہو، معذور کر رہے ہو۔ تم تو میری زندگی ہو، تم مجھے کیسے مار سکتے ہو؟" وہ ہیولہ مڑا۔

اس کے پاس آیا، اور وہیں کھڑا رہا۔

"مجھے درد ہو رہا ہے، تم تو کہتے تھے کہ میں روتی ہوں تو تمہیں لگتا ہے کہ کسی نے تمہارے دل کو چیڑا ہو۔۔۔ تو پھر اب تم مجھے تڑپتا چھوڑ کے کیسے جا سکتے ہو؟" وہ پھر چلائی۔ وہ جانتی تھی کہ ان سب چیزوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

"تم میری سننے کے لیے ہمیشہ موجود ہوتے ہو نا، آج مجھے تمہاری ضرورت ہے، آؤ نا، عالیان، میری سنو۔ میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں کہ۔۔۔" وہ سسکی۔ وہ کسی بچے کی طرح ناممکن کی ضد لیے بیٹھی تھی۔ وہ خوب روئی اور پھر ذرا سنبھل کے بولی۔

"کہ تم چلے گئے ہو تو روشنیاں مجھ سے روٹھ گئی ہیں۔ تم چلے گئے ہو تو لگ رہا ہے آسمان مجھ سے خفا ہو گیا ہے۔ یہ آکسیجن میرے پھیپھڑوں میں چبھ رہی ہے، یہ دل

کی دھڑکن مجھے پاگل کر رہی ہے۔ تم چلے گئے ہو تو لگ رہا ہے زندگی ختم ہو گئی ہے۔ کہیں سے آجاؤ، عالیان۔" وہ چلائی، دیوانہ وار۔ حتی کہ اچانک سدرا کی آواز گونجی۔

وہ اسے سہمی ہوئی نگاہوں سے گھور رہی تھیں۔ وہ ریکنگ سے اتنا دور تھی کہ ذرا سا لڑکھڑاتی تو اپنے دھڑکتے دل سے نجات پا لیتی۔

اور، اور۔۔۔ وہ ہواؤں سے باتیں کر رہی تھی۔

پورا مہینہ بالکل خاموش رہنے کے بعد آج وہ خلا سے گفتگو کر رہی تھی۔

اس شخص پہ چلا رہی تھی، جسے موت کب کی نگل چکی تھی۔

www.novelsclubb.com

"آنا، یہ تم کیا کر رہی ہو؟" ان کی سہمی ہوئی آواز گونجی، انہوں نے اسے کندھے سے پکڑ کر اپنی طرف کیا، وہ اب اسے نیچے لے کر جانا چاہتی تھیں۔

وہ سیڑھیوں کی طرف جا رہے تھے، اس نے سر موڑ کر اس ہیولے کو دیکھا۔

آنکھوں میں پھر پانی بھر آیا۔اس کی آنکھیں اتنی سوجی ہوئی تھیں، گویا خود کہہ رہی ہوں کہ وہ رو رو کے تھک چکی ہیں۔

پیچھے سے آواز آئی، وہ آواز جو صرف اس نے سنی۔

''جینا پڑتا ہے، زندگی نہیں رکتی، لڑکی۔''

وہ زخمی سا مسکرائی۔

سیڑھیاں اترتے ہوئے اس نے اپنی بیٹھتی ہوئی، اونچی آواز کے ساتھ کہا۔

''تم ایک بار میرا نام لے لو، میں تمہیں جی کے دکھادوں گی۔''اس کی آواز کانپ گئی۔اس کا ہاتھ تھامتی، سدرا کا دل پھٹ ہی تو گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

''ایلیانہ!''پھر سے آواز آئی۔آنا رکی، منظر دھندھلا گیا۔

اس نے سدرا کی طرف دیکھا، اپنا بازو ان سے آزاد کروایا اور اوپر کی طرف بھاگی۔

سدرا نے بھی اس کا تعاقب کیا تھا، وہ ایک ماں تھی، جو ڈر چکی تھی۔

وہ چھت پہ جا کر پاگلوں کی طرح آسمان کو تکنے لگی اور پھر اس نے شدید غصے میں کہا تھا۔

"یہ وہ نام نہیں جس سے تم مجھے پکارتے تھے، جس سے پکارے جانے سے مجھے محبت تھی۔اب یہ ڈراما بند کرو، چھوڑ گئے ہو تو چھوڑ بھی دو۔"اس کی آواز اتنی اونچی تھی، اتنی دردناک تھی کہ کسی کو بھی ہلا دے۔

سدرا نے اسے گلے سے لگانا چاہا۔

"دیکھ رہی ہیں نا آپ اسے؟ کمینا، مجھے مار گیا ہے، اور مرنے بھی نہیں دے رہا!"

www.novelsclubb.com

وہ ان کے سینے میں سر چھپا کے پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

اس کا پورا جسم کپکپا رہا تھا۔اس ایک مہینے نے ایلیانہ احمد کو پاگل کر دیا تھا۔

وہ اسے مار گیا تھا، اور مرنے بھی نہیں دے رہا تھا۔

●●●●●

تاریخ تھی دس جنوری۔وقت شام کا۔

پانچ بجے کے لگ بھگ کمرے کے دروازے پہ دستک ہوئی، جائے نماز پہ بیٹھی لڑکی چونکی، وہ جانے کہاں گم ہو گئی تھی، نحیف سی آواز میں اس نے اندر آنے کی اجازت دے دی۔

سامنے وہ وجیہہ سی عورت کھڑی تھی۔ثانیہ مغل۔۔اس کی سیاہ آنکھیں ایلیانہ کی سبز آنکھوں سے ٹکرائیں تو ان میں آنسو بھرنے لگے۔

ان کے لیے خاندان کی سب سے زیادہ پرجوش لڑکی کو اس حال میں دیکھنا آسان نہیں تھا۔

www.novelsclubb.com

اس کی آنکھیں کے نیچے حلقے تھے، وہ بہت کمزور دکھتی تھی، رنگت بالکل زرد گویا کسی نے اس کا خون پی لیا ہو۔

وہ اس وقت ایک بڑی سی شال میں لپٹی ہوئی تھی۔

ثانیہ کو دیکھ کے اٹھ بیٹھی، کمرا نیم روشن تھا یا شاید نیم اندھیر۔

"خالہ، امی نے بتایا ہی نہیں کہ آپ آ رہی ہیں۔" اس کی آواز مردہ سی تھی۔

اس نے انہیں سامنے پڑی کرسی پہ بیٹھنے کو کہا تو وہ پہلے سوچ بورڈ تک گئیں، وہ کمرے میں موجود تمام بتیاں جلا چکی تھیں۔

آنا نے آنکھیں میچ لیں، ایک عرصہ ہوا تھا اسے روشنیوں کی عادت نہیں رہی تھی، اندھیروں سے تعلق گہرے ہو گئے تھے۔

وہ سامنے پڑی کرسی پہ جا بیٹھیں۔

www.novelsclubb.com

آنا نے جب ان سے کھانے کا پوچھا تو وہ سیدھا مدعے پہ آئیں۔

"تمہاری امی بہت پریشان ہیں تمہارے لیے۔" ان کی آواز نرم تھی، شفیق تھی۔

''حالانکہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔''اس نے ڈھٹائی سے کہا۔

ثانیہ نے کمرے میں نگاہ دوڑائی، آئینہ ذرا دور تھا سو انہوں نے اپنے فون پہ کیمرہ نکال کے اس کے سامنے کیا۔

''ٹھیک لوگ یوں دکھتے ہیں؟''اس نے عرصے بعد خود سے نظریں ملائی تھیں، سو سر جھکا کر تلخی سے ہنس دی۔

''انہیں لگتا ہے تمہیں آگے بڑھنا چاہیے۔۔تم خود کو مرنے نہیں دے سکتی۔'' انہوں نے پھر پیار سے کہا۔

''انہیں کہیں بے فکر ہو جائیں، خودکشی کرنے کا ارادہ نہیں ہے میرا۔''وہ تلخ سا مسکرائی۔

www.novelsclubb.com

''اور زندگی کو مجھ سے زیادہ ہی محبت ہے سو طبعی موت کا بھی کوئی امکان نہیں۔'' آہستہ آہستہ مسکراہٹ کی جگہ آوازاری نے لے لی۔

وہ زندگی سے اکتا چکی تھی۔

"مرنا صرف مر جانے کو تو نہیں کہتے، آنا۔ نہ جینا بھی تو موت ہے۔" ان کی آنکھیں شاید نم پڑ رہی تھیں۔

آنا ان کو دیکھتی رہی، پھر اپنی نبض دیکھنے لگی۔ نبض کے بعد اس کی نظر اپنی گھڑی پہ گئی، تقریباً دو منٹ بعد اس نے کہا تھا۔

"دل کی دھڑکن معمول کے مطابق ہے، سانس لینے کی رفتار بالکل ٹھیک۔ اور جینا کسے کہتے ہیں؟"

"تمہاری امی۔۔۔" آنا نے ان کی بات مکمل نہیں ہونے دی۔

www.novelsclubb.com

"مس ہٹلر کو چھوڑیں، آپ کیا چاہتی ہیں؟ میں جانتی ہوں آپ امی کی خاطر نہیں آئیں۔"

"بالکل، میں تمہاری خاطر آئی ہوں۔ کیوں کہ مجھے تمہاری فکر ہے، بچے۔" انہوں نے بہت اپنائیت سے کہا۔

"تمہیں نہیں لگتا کہ تمہیں موو آن۔۔" ان کی بات پھر ان کے لبوں تک رہ گئی، اب کی بار اس نے بات کاٹی نہیں تھی، بلکہ وہ اٹھ کے کھڑکی تک گئی تھی، کھڑکی کے پٹ وا کر کے وہ لمبے لمبے سانس لینے لگی تھی۔

ثانیہ اٹھنے لگیں تو وہ مڑی، اس کی رگیں تنی ہوئی تھیں، آنکھیں سرخ پڑنے لگی تھیں۔

"کیا آپ کو کبھی محبت ہوئی ہے، خالہ؟" ثانیہ جہاں تھیں، وہیں ساکت ہو گئیں۔

www.novelsclubb.com

دو سیاہ آنکھیں ذہن میں ابھری تھیں اور دل کا حشر نشر کر گئی تھیں۔

انہوں نے ہولے سے ہاں میں سر ہلا دیا۔

"کیا آگے بڑھ جانا اتنا آسان ہے؟" وہ واپس اپنی جگہ پہ آ بیٹھی۔

ثانیہ اسے دیکھتی رہیں، خالی خالی نگاہوں سے، پھر ہولے سے مسکرائیں۔

"میں تمہارے سامنے ہوں، میں ہنستی ہوں، مسکراتی ہوں۔ دنیا کے ساتھ قدم سے قدم ملا کے چلتی ہوں۔" اب کے تلخی سے مسکرانے کی باری آنا کی تھی۔

"وہ تو ٹھیک ہے، مگر۔۔ کیا آپ جیتی ہیں؟" اور اس سوال سے ہی تو ثانیہ ڈر چکی تھیں۔

"زندگی ختم نہیں ہوتی، بچے۔ میں تمہیں سمجھ سکتی ہوں، میں تمہارے درد سے گزری ہوں۔" ان کی آواز کھوکھلی تھی۔ آنا نے سر جھکایا، تمسخر سے۔

"آپ مجھے نہیں سمجھ سکتیں۔۔ کیوں کہ۔۔" ثانیہ نے اس کا جملہ مکمل نہیں ہونے دیا۔

"میں نے اسے کھویا ہے جسے محبت کی۔ میں تمہارے کرب سے واقف ہوں۔" ان کی آنکھیں بھی اب گلابی ہونے لگی تھیں۔

آنا آگے جھکی، اور آنکھوں میں نمی لیے کہا۔

"کیا آپ نے کبھی اسے پایا تھا؟" ایک سوال، اور سارے جواب مل گئے۔ ایک سوال خاموشی کو واپس تاج دلوانے کے لیے کافی تھا۔

محض ایک سوال۔۔۔

ثانیہ نے لمبا سانس لیا، اس نے سوچا کہ اچھا ہی ہوا کہ آنا نے کھڑکی کھول دی تھی، ورنہ وہ خود سانس لینے کی سعی کرتی دکھتیں تو اچھا نہیں لگتا۔

"میری کہانی پھر کسی دن سنیں گے، آنا۔ ابھی تمہاری کہانی کو ایک نجات دہندہ کی ضرورت ہے۔" بہت دیر بعد وہ بولی تھیں۔ آواز پہلے جتنی تر و تازہ نہیں رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"تمہیں دنیا کے لیے نہیں جینا، آنا۔ نہ ہی اپنے ماں باپ کے لیے۔ اس شخص کے لیے جینا ہے جس نے تمہیں مرنا نہیں سکھایا۔ تم مایوس کیسے ہو سکتی ہو جب اس

نے تمہیں بارہا یقین کا سبق پڑھایا ہے؟ تمہیں اس لیے جینا ہے کیوں کہ یہ حکم ہے۔ خود کو مارنا گناہ عظیم ہے، تمہیں اس لیے جینا ہے۔ میں یہاں کسی کے کہنے پہ نہیں آئی، یہ کام کرنے کو بہت لوگ ہیں۔ میں یہاں اپنے دل کے کہنے پہ آئی ہوں۔" آنا کے پاس اب کی بار جواب نہیں تھا۔

"میں تمہیں یہ باور کروانے آئی ہوں کہ دل کو مار دو گی تو دیکھ نہیں پاؤ گی۔ دیکھ نہیں پاؤ گی تو سب الجھ جائے گا۔ ظالم کو چھوٹ مل جائے گی، مظلوم کا انتقام رہ جائے گا۔۔۔" اب کی بار انہوں نے رازداری سے کہا۔

"میں کیس فائل کروا چکی ہوں۔" وہ یکدم بولی تو وہ رک گئیں، دھیمے سے مسکرائیں۔

www.novelsclubb.com

"کہا نا، دل مار دو گی تو اصل چیز نہیں دیکھ پاؤ گی، ڈیٹیکٹیو ایس۔۔۔" وہ پراسرار سا مسکرائیں۔

اب کی بار تو آنا کا اوپر کا سانس اوپر اور تلے کا تلے رہ گیا۔

وہ کیسے اتنی اندھی ہو سکتی؟ کیسے وہ اتنے بڑے کام، اتنے بڑے مقصد کو بھول سکتی تھی؟ ثانیہ اب مسکراتے ہوئے، اسے شش و پنج میں چھوڑ کر باہر سدرا کے پاس جا چکی تھیں۔

اور وہ کمرے میں بیٹھی اب تک اپنی عقل پہ ماتم کناں تھی۔

●●●●●

"تینوں جیون کہہ بیٹھاواں

ویکھیں کدھرے مار نہ دیویں"

www.novelsclubb.com

پندرہ جنوری، رات نو بجے۔

آج جانے کیوں مس ہٹلر اس کی بالکنی کو قمقموں سے سجا گئی تھیں، کھڑکیوں کے پٹ وا کر گئی تھیں، پردے ہٹا چکی تھیں۔

شاید وہ چاہتی تھیں کہ وہ قدرت کے مناظر کو دیکھے، اپنے دوستوں سے بات چیت کرے، شاید اسی طرح وہ زندگی کی طرف لوٹ سکتی۔

اور ثانیہ سے ملاقات کے بعد اس نے بھی یہی فیصلہ کیا تھا کہ وہ دل کو مرنے نہیں دے گی، خود کو موقع دے گی، سو وہ بالکنی میں کھڑی ہو گئی، ہاتھ میں کافی کا ایک مگ تھا، ذہن میں فی الوقت کچھ نہیں تھا۔

پھر اس کی نظر آسمان پہ سجے چاند پر گئی، آج شاید موسم بھی اسے منانا چاہتا تھا۔

اسے زندہ کر دینا چاہتا تھا، تب ہی تو چاند، اکا دکا ستارے، بادل، سب کچھ ایک وقت پہ موجود تھا۔

www.novelsclubb.com

چاند تک نگاہ گئی، وہ مسکرانے لگی، مسکراتے مسکراتے آنکھیں نم ہو گئیں، ذہن میں ایک جملہ گونج رہا تھا۔

"چاند کو چاند کیا بناتا ہے؟"

اس نے چاند سے نظریں ہٹ لیں، چاند اسے ڈرا رہا تھا، اسے ستا رہا تھا۔ اسے haunt کر رہا تھا۔

اب نظر ستاروں تک گئی۔

"یہ تارے کتنے خوبصورت ہیں نا؟ جانتی ہو، چاند چھوڑ جائے تب بھی ستارے موجود رہتے ہیں۔ ستارے بہت وفادار ہوتے ہیں۔" اس نے لمبا سا سانس لے کر سر جھکا لیا۔ اس کی آواز، اس کی حسین ساحرانہ آواز، اس کے ذہن کے پردوں میں سمائی ہوئی تھی۔

لوگ کتنے آرام سے کہہ رہے تھے کہ بھول جاؤ، آگے بڑھ جاؤ۔

www.novelsclubb.com

وہ کسی کو کس طرح بتاتی کہ عالیان ہادی کو بھولنے کے لیے ایلیانہ احمد کو پوری کائنات کو بھولنا پڑے گا، اور پوری کائنات کے ساتھ خود کو بھلانے کے بعد بھی گنجائش تھی کہ وہ اسے نہ بھولا ہوتا۔

اس نے گرجتے بادلوں کی طرف دیکھا۔

"کیا تمہیں اپنے دوستوں کی یاد نہیں آتی؟" وہ زخمی سا مسکرائی، آنسوؤں نے بارش سے پہلے برسنے کی ٹھان لی۔

اس نے کافی کے مگ کو لبوں سے لگایا۔

"کافی اچھی بناتا ہوں نا میں؟ تمہارے لیے سیکھی ہے۔" وہ کہیں نہیں تھا اور وہ ہر جگہ تھا۔

کیسا تضاد تھا یہ۔ کتنا بے رحم، کتنا سفاک تضاد تھا یہ۔

اس نے ایک نظر پورے منظر کو دیکھا۔

www.novelsclubb.com

حسین مگر سفاک! ایسا ہی تھا وہ منظر۔

اس کے بنا سارے جہاں کا حسن سفاک تھا۔

وہ اندر کی طرف بھاگی تھی، آنسو تسلسل سے بہنے لگے تھے۔

اس نے اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھ لیے، وہ ان آوازوں کا گلا گھونٹ دینا چاہتی تھی۔

مگر سچ تو یہ تھا کہ وہ اس ایک آواز کو سب کچھ دے کر بھی سننا چاہتی تھی۔

کتنا عجیب تضاد تھا نا، کتنا سفاک تضاد۔۔

●●●●●

وہ بے آواز آنسو بہا رہی تھی، جب اس نے اپنا دراز کھولا۔ وہ اپنی ڈائری کو کھوج رہی تھی، اسے کیا معلوم تھا اس تلاش میں اسے کچھ ایسا مل جائے گا جس کی اسے واقعتاً ضرورت تھی۔

www.novelsclubb.com

اس کی ڈائری کے نیچے ایک خط تھا، وہ خط کو دیکھتے ہی اسے پہچان گئی تھی، اب بس اسے جاننا باقی تھا، سو اس نے اسے اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

ہاتھ بے طرح کپکپائے، وہ بیڈ پہ سر رکھ کر زمین پہ یوں بیٹھ گئی کہ گھٹنوں پہ سر تھا، کپکپاتے ہاتھوں اور آنسوؤں سے بھری آنکھوں کے ساتھ اس نے وہ خط کھول لیا۔

"سلام راپنزل!" وہ اس کی آواز کو اپنی سماعتوں میں گونجتا محسوس کر سکتی تھی۔

اس نے کھینچ کر سانس لیا، وہ سسکی تھی، اس کا جسم ہچکولے کھانے لگا تھا۔

اس نے اس شخص کے طرز تخاطب کو بہت یاد کیا تھا۔

وہ اتنی مضبوط تو کبھی نہیں تھی جتنا اسے توڑ دیا گیا تھا۔

"شاعروں نے کتنے نام ایجاد کیے، ادیبوں نے کتنے الفاظ دریافت کیے، اپنی محبت کو یا اپنے محبوب کو بیاں کرنے کے لیے، شاید لوگوں کو لگتا ہو گا کہ وہ اس میں کامیاب ہو گئے، مگر میں تمہیں ایک راز کی بات بتاؤں؟ کوئی اس کام میں کامیاب نہیں ہوا، محبت کاغذ پہ قید کر دیے جانے والی چیز تو نہیں ہے۔ محبت کوئی پرندہ تو نہیں جسے الفاظ سے باندھ دیا جائے۔ ان تمام غزلوں اور کہانیوں سے تو بس محبت کی جھلک

www.novelsclubb.com

نظر آتی ہے،اور جھلک ہر ایک کے لیے ایک طرح کی نہیں ہوتی۔ سمجھو، محبت ایک آئینہ ہے، ہر ایک اس میں اپنا عکس دیکھتا ہے۔ جانتی ہو مجھے اس آئینے میں کیا دکھا؟'' وہ رک گئی، وہ تھم گئی۔

اسے لگا وہ سامنے ہے،اور ہمیشہ کی طرح اسے سسپنس میں ڈالنے کے لیے ایک پل کو رک گیا ہے۔

اس کی آنکھوں سے بہتے آنسو بھی رک گئے، شاید پوری کائنات ساکن ہوئی تھی۔

''مجھے اس آئینہ میں دو سبز جھیل سی گہری آنکھیں دکھی تھیں، مجھے اس آئینے میں اپنی ایلی دکھی تھی۔'' آنلے بمشکل اپنی چیخ روکی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ اسے کس دنیا میں تنہا چھوڑ گیا تھا؟

''پتا ہے، آج یہ خط کیوں لکھ رہا ہوں؟'' اور ایلیانہ احمد کے جسم کا رواں رواں اسے سننے کے لیے، اس کی بات کو پڑھنے کے لیے بے تاب ہو گیا۔

"کیوں کہ میں نے اپنی شیرنی کو روتا دیکھا تھا، رات خواب میں میں نے دیکھا کہ تم رو رہی ہو، اور میں چاہ کے بھی تمہارے آنسو صاف نہیں کر پا رہا۔" اسے لگا وہ کبھی سانس نہیں لے سکے گی، وہ کھڑکی تک بھاگی تھی، اسے واقعی آکسیجن کی شدید کمی محسوس ہونے لگی تھی۔

"سوچو میری شیرنی رو رہی تھی اور میں اسے بتا نہیں سکا کہ وہ کتنی مضبوط ہے۔ سچ کہوں ایلی، مجھے لگا میں مفلوج ہو گیا ہوں، مجھے لگا میں مر گیا ہوں۔۔۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں زندہ ہوں اور اپنی شیرنی کو رونے دوں؟" آنسو اس کے دامن میں گرتے گئے۔ وہ کتنی آسانی سے موت کی بات کر لیتا تھا۔ کتنا سفاک تھا وہ شخص۔

وہ کافی دیر آگے نہیں بڑھ پائی، وہ کافی دیر اس خط کو سینے سے لگائے بس روتی رہی۔

"مجھے اپنے خوابوں سے بڑا ڈر لگتا ہے، یار۔ کسی وجہ سے سو نہیں پاتا میں راتوں کو۔ مجھے اس خواب نے ڈرا دیا۔ میں دو راتوں سے اس خواب سے ڈر کے بیٹھا ہوں۔

میں سہم گیا ہوں۔اب کہیں ہمت جمع کی ہے میں نے۔اور جمع کر کی ہے تو تمہیں تنبیہ دینے لگا ہوں۔ذرا سنبھل کے چلنا،ایلی۔مجھے ڈر ہے ہر بار میں موجود نہیں ہوں گا۔ہر لمحہ میں ساتھ نہیں رہ پاؤں گا۔"کیسا شخص تھا وہ۔

آنا کو یکدم اس پہ بہت غصہ آیا۔وہ بچھڑنے سے سہما ہوا تھا،اور کبھی ذکر بھی نہیں کیا۔کبھی اسے بتایا ہی نہیں کہ اسے یہ سب سہنا پڑ سکتا ہے۔

اسے سکھایا ہی نہیں اپنے بغیر جینا۔

"میں یہ خط لکھ رہا ہوں اس وقت کے لیے جب میں نہ ہوں۔اگر تم اس سے پہلے یہ خط کھول چکی ہو تو اب بھی وقت ہے،اسے واپس رکھ دو۔

تمہیں یاد ہے ایلیانہ،جب تم پہلی بار بدلی تھی تو دیکھنے کا نظریہ بھی بدلا تھا۔ذرا اپنی کھڑکی تک جاؤ اور چاند کو دیکھو،بتاؤ چاند ویسا ہی ہے یا بدل گیا ہے؟"وہ جو بالکنی میں ہی بیٹھی تھی چاند کو مری مری نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

چاند بدل گیا تھا، سب بدل گیا تھا، پورا جہاں بدل گیا تھا۔

وہ اسے جزوی اندھا کر گیا تھا، وہ اس کی پوری دنیا پھیکی کر گیا تھا۔

اگلی سطر نے اسے منجمد کر دیا۔ وہ سانس نہیں لے سکی۔

"چاند پورا ہے نا، آج۔ بہت خوبصورت اور روشن۔ کیا ہوا؟ اتنا روشن اور حسین نہیں لگ رہا؟ تم رو رہی ہو نا، ایلی؟" اپنی سسکیوں کا گلا اپنے ہاتھوں سے گھونٹتی لڑکی نے لمبے لمبے سانس لیے۔ اس سے مزید اپنی چیخوں کو روکا نہیں گیا تھا۔

کیا تھا وہ شخص؟ جادوگر؟ شعبدہ گر؟ کاہن؟ ساحر؟ یا بس ایک محب؟

"آنسو صاف کرو، لڑکی، یاد نہیں؟ تم روتی ہو تو مجھے لگتا ہے کہ کسی نے میری پسندیدہ تصویر پہ سیاہی گرا دی ہو۔" آنا نے فوراً اپنے آنسو صاف کیے۔

www.novelsclubb.com

"مسکراؤ، ایلیانہ احمد۔ تم مسکراتی ہو تو خزاں میں بھی پھول کھلتے نظر آتے ہیں مجھے۔ خود کو ٹوٹنے مت دو۔ تم تو میری شیرنی ہو۔ تم تو میری سب سے اچھی بیوی ہو۔" اس بات پہ وہ ان سارے غموں کے باوجود ہنس دی تھی۔

خط کے آخر میں ایک شعر لکھا تھا، جو اسے ایک بار پھر رلا گیا تھا۔

"صرف میرے ساتھ ہی نہیں رہنا

تم میرے بعد بھی حسیں رہنا"

اسے یاد تھا کہ ان کے نکاح کے بعد جو پہلی چیز عالیان نے اس سے کہی تھی، وہ یہی شعر تھا۔

www.novelsclubb.com

کیسے ہنس دی تھی وہ اس شعر پہ۔

اسے کیا معلوم تھا کہ وہ ایک شعر اس کی پوری زندگی کا خلاصہ نکلے گا۔

"رونا مت، ایلی۔ بالکل بھی مت رونا، اگلا خط تب پڑھنا جب اس سے بھی زیادہ تنہا محسوس کرو۔ اللہ نہ کرے اس کی نوبت آئے۔

غم کی رسی کو تھامے رکھنا، غمگیں ہو تو غم کو طاقت بناؤ۔ مایوس نہ ہونا، مایوس یقین کھو دیتا ہے۔ مایوس دنیا و آخرت کو ہار جاتا ہے۔

میں تمہیں خدا کی امان میں دیتا ہوں، ایلیانہ احمد۔

تمہارا پیارا سا گدھا۔"

اختتام تک پہنچتے ہوئے وہ ایک بار پھر نم آنکھوں سے مسکرا دی تھی۔

آسمان پہ چھائے بادلوں نے اقرار کیا، اگر کوئی اسے واقعتاً ہنسا سکتا تھا تو وہ وہی شخص تھا جسے اس کی مسکراہٹ میں بہار دکھتی تھی۔

●●●●●

چودہ جنوری، رات دس بجے۔

یہ ایلیانہ احمد کے اداس سے گھر کے ٹی وی لاؤنج کا منظر تھا۔

احمد ایلیانہ کو سامنے بٹھائے بہت سنجیدگی سے کہہ رہے تھے۔

"کیا تمہیں یقین ہے، آنا؟" سامنے میز پہ کورٹ کا نوٹس پڑا تھا، آنا نے ایک نظر ان کاغذات کو دیکھا، ایک نظر اپنے باپ کو، اور ایک نظر خلا میں۔

پھر مضبوط مگر اداس سی آواز میں بولی۔

"ایک سو ایک فیصد۔"

"تمہیں یقین ہے کہ تم بچپن اور اب کے واقعات کو ذہن میں الجھا نہیں رہی؟" انہوں نے پھر سے کہا، آواز نرم تھی، مگر سنجیدہ۔

www.novelsclubb.com

اس سوال پہ تو آنا کا ذہن بھک سے اڑ گیا۔ آنکھوں میں آنسو آنے لگے، آواز کپکپانے لگی۔

"میں نہیں بھولتی، بابا۔ مجھے یاد ہے میں نے جو دیکھا تھا۔" احمد نے اس کی سن کے کورٹ کے نوٹس کو ہاتھ میں تھام لیا۔

اب انہیں ایک باپ ہونے کا فرض نبھانا تھا۔

وہ اپنی سٹڈی کی طرف مڑے ہی تھے جب اس کی آواز گونجی۔

بڑی مشکل سے یہ آواز حلق سے نکل رہی تھی۔

"میں جانتی ہوں کہ یہ بہت عجیب ہے، خدا کی قسم، میں خود بھی یہ نہیں سوچنا چاہ رہی۔ مگر سچ یہی ہے، بابا، کہ میری گڑیا ہو، چڑیا ہوی۔۔۔یام۔۔میرا شش۔۔ شوہر۔۔ہمیشہ میری چیزوں کا دشمن زیان ہی رہا ہے۔ میں نہیں جانتی اسے مجھ سے کیا مسئلہ ہے۔ میں نہیں جانتی۔" احمد اب کی بار اس کے ساتھ آکر بیٹھے، اس کے سر کو اپنے کندھے پہ رکھ کے اسے تسلی دینے لگے تھے۔

www.novelsclubb.com

"گڑیا تک ٹھیک تھا، چڑیا کا غم بھی میں نے برداشت کر لیا، پر اب بس ہو گئی نا، بابا۔ وہ مجھ سے ہر وہ چیز کیسے چھین سکتا ہے جس سے مجھے محبت ہو؟" وہ تقریباً چلا رہی تھی۔

"اپنے شوہر کے لیے میں اسے معاف نہیں کروں گی۔ میں اسے معاف نہیں کروں گی، بابا۔ میں اسے نہیں چھوڑوں گی۔۔۔" وہ سسکتے ہوئے بولتی گئی، احمد اسے پر سکون کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ پچھلے ڈیڑھ ماہ میں یہ پہلی مرتبہ تو نہیں تھا کہ وہ یوں ٹوٹ گئی تھی۔۔

●●●●●

"بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی

وہ شخص سارے شہر کو ویران کر گیا"

جگہ تھی اسلام آباد، جنوری کی شروعات اور وقت تھا شام کا۔

وقت جو بھی تھا،اس گھر کے مکینوں کو تو اب رات ہی دکھتی تھی۔

تمہیں ایک شناسا سے کمرے میں ابھرتا منظر تمہارا ہی منتظر دکھے گا۔

وہ اس اداس مصور کا کمرا تھا، جو اپنی اداسی کے رنگ سب کی زندگیوں میں بکھیر گیا تھا۔

اس کے کمرے میں موجود سنکی ڈاکٹر صفائی ستھرائی میں مصروف تھا۔اس نے پورے مہینے میں اس کمرے کو بالکل بھی گندا نہیں ہونے دیا تھا۔

البتہ کسی بھی چیز کو اس کی جگہ سے نہیں ہٹایا تھا، کسی بھی چیز کو خود نہیں دیکھا تھا۔

اس کی چیزوں سے گفتگو کر لیتا تو خود کو کہاں سنبھال پاتا۔۔۔

www.novelsclubb.com

مگر آج ذرا مزاج مختلف تھے،اس کے سائیڈ ٹیبل سے دھول ہٹاتے اس کی نگاہ میز کے ساتھ پڑے کینوس تک گئی، جانے کیا سوچ کر اس نے اس کے اوپر سے کپڑا ہٹا لیا۔

اگلے لمحے منظر دھندلا گیا تھا،اس نے ہاتھوں کی لرزش کو قابو میں لاتے ہوئے اس تصویر کو پکڑا تھا۔

ایک گہری جھیل پہ بیٹھے دو ہنس،دونوں ہی ایک ساتھ مکمل دکھتے تھے،وہ بہت ہی خوبصورت منظر تھا۔

حسین مگر سفاک۔

اس نے انگلیوں کے پوروں سے اس تصویر کو چھوا۔وہ محسوس کر سکتا تھا کہ اس تصویر کو کتنی لگن اور محنت سے بنایا گیا تھا۔

آنسو آنکھ سے نکل کر تصویر پہ گر گیا۔کینوس میں جذب ہو گیا،فنا ہو گیا،امر ہو گیا۔

www.novelsclubb.com

اس نے کینوس ایک طرف رکھ دیا۔

دریچہ کھل چکا تھا،اب یاد کے آسیب کے آنے کی باری تھی۔

اس نے دراز پہ پڑے چند کاغذات دیکھے۔

وہ وہاں یوں رکھے تھے، گویا رکھنے والا چاہتا ہو کہ انہیں پڑھا جائے۔

اس نے انہیں تھام لیا۔ وہ کوئی خط تھا شاید۔

اسے لگا اسے کاغذات کو واپس رکھ دینا چاہیے۔ مگر پہلی سطر نے ہی اس کا ارادہ بدل دیا۔

”Psycho surgeon!

سنکی سرجن!

دشمن جاں، بہترین دوست یا میرے پیارے بھائی،

تمہارے لیے کسی ایک طرز تخاطب کا انتخاب کرنا بہت مشکل ہے، یار۔“ داؤد سر جھکا کے ہنس دیا تھا، یہ روتے ہوئے مسکراتی ہوئیں سیاہ آنکھیں، سخت بارش میں قوس قزح کا منظر تھا وہ۔

"معلوم ہے یہ خط میں کتنے سالوں سے لکھ رہا ہوں؟ ہاہاہا، اگر تم اس خط کو پڑھ رہے ہو تو مطلب سادہ ہے، میں اس خط کو پھاڑ نہیں سکا، جلا نہیں سکا۔ یعنی میں وہاں موجود ہی نہیں ہوں۔" داؤد کو یکدم اس پہ بہت غصہ آیا تھا۔ اسے یہ جتانا اتنا پسند کیوں تھا کہ وہ نہیں ہے؟

بڑا کمینا تھا وہ۔ اپنے چاہنے والوں کو اس سراب میں رہنے ہی نہیں دیتا تھا کہ وہ موجود ہے۔

مار دیتا تھا، اور مرنے بھی نہیں دیتا تھا۔

"تم اس خط کو پڑھ رہے ہو، تو شاید بہت غصے میں ہو گے۔" اسے تعجب ہوا، مگر اس نے آگے پڑھنا شروع کیا۔

www.novelsclubb.com

"مسٹر داؤد عمر، تم سے بہت شکوے ہیں مجھے، پر ہر شکوے کے اوپر ہے وہ انس جو تم سے ہے۔ تم بھائی ہو میرے۔ تم نہ ہوتے تو میں بہت پہلے ہی مر گیا ہوتا۔ جب

جب تم پہ غصہ آتا ہے، اور دل کرتا ہے نا، تب تب یاد آتا ہے کہ تم نے کتنا ساتھ دیا ہے میرا۔ تم نہ ہوتے تو میں غموں کے اس خاردار راستے پہ قائم نہ رہ پاتا۔ تم نہ ہوتے تو میں کہاں ہوتا؟

عالیان ہادی کی زندگی داؤد عمر کے طعنوں کے بنا نامکمل ہے۔

تم سخت رویہ دکھاتے ہو، پر میں جانتا ہوں کہ تم نے کیسے حالات دیکھے ہیں، میں تمہیں سمجھتا ہوں، داؤد۔

بس خدایا اپنی موت کا ذکر مت کیا کرو۔ مرنا سب نے ہے، یار۔ جانتا ہوں میں، پر اپنوں کے بنا جینے کا تصور بھی روح کو لرزا دیتا ہے۔" داؤد نے مٹھیاں بھینچ لیں، اگر وہ کہیں سے سامنے آتا تو وہ اس کے منہ پہ ایک مکا دے مارتا۔

جینے کی باتیں سکھاتے سکھاتے وہ خود کیوں مر گیا تھا؟

اسے موت کے ذکر تک سے منع کرتے کرتے اس نے خود کیوں موت کو گلے سے لگا لیا تھا؟

داؤد کے رویوں کی شکایت کرتے کرتے وہ اسے اس دنیا میں تنہا کیوں چھوڑ گیا تھا؟

''خود کو مواقع دو، داؤد۔ یہ مت سمجھو کہ تم محبت کے قابل نہیں ہو۔ تم دنیا جہاں کی ساری محبت ڈیزرو کرتے ہو۔ محبت سے، زندگی سے ڈرنا چھوڑ دو۔ تم ہی تو کہتے ہو نا کہ ڈر سے بات کرنی چاہیے، ڈر سے معاہدہ کرنا چاہیے، تو پھر کیوں اس سے چھپ کے بیٹھے ہو؟ تمہیں نہیں لگتا کہ وہ ہنس تمہارے انتظار میں جل رہی ہے؟ کیا وہ یہ ڈیزرو کرتی ہے؟

www.novelsclubb.com

محبت کی آگ میں پل پل مرنا؟

''ہم ہیں سوکھے ہوئے تالاب پہ بیٹھے ہوئے ہنس

جو تعلق کو نبھاتے ہوئے مر جاتے ہیں''

داؤد عمر، خود کو معاف کر دو۔ جو بھی ہوا اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں تھا۔'' اس نے خط کو ایک طرف رکھ دیا۔

کیا واقعی اس کا کوئی قصور نہیں تھا؟

وہ جو اتنا عرصہ خود ترس بنا رہا؟ وہ اس کا قصور نہیں تھا؟

''جو بیت گیا، اسے چھوڑ دو؛ جو ہے، اس پہ توجہ دو۔ جیو، داؤد عمر۔ یہ زندگی تو ویسے ہی بہت مختصر ہے، جتنی مہلت مل رہی ہے، اس میں تو زندہ رہو۔'' داؤد نے خط کو اس کی میز کے دراز میں ڈال دیا۔ آگے پڑھنے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔

آنسو بنا تردید کے بہنے لگے تھے۔

www.novelsclubb.com

زندگی جینے کی نصیحتیں کرنے والوں کو مرنا نہیں چاہیے!

روشنیوں میں ساتھ نبھانے والوں کو یوں اندھیروں میں چھوڑ کے نہیں جانا چاہیے۔۔

مرہم لگانے والوں کو زخم نہیں ملنے چاہییں۔

سہاروں کو ٹوٹنا نہیں چاہیے۔

●●●●●

(بارش کی برستی بوندوں نے

جب دستک دی دروازے پر۔۔۔

محسوس ہوا۔۔ تم آئے ہو

انداز تمھارے جیسا تھا!)

آج باہر کا موسم بھی دل کی مانند ہی تھا۔ سرد تیز ہوائیں، برسنے کو تیار بادل، ہواؤں میں رچی بسی اداسی۔

اس نے کھڑکی کے پٹ کھولے اور لمبی لمبی سانسیں لی۔

اب اسے آکسیجن کم ہی لگتی تھی ہر جگہ۔

گیلی مٹی کی خوشبو نتھنوں سے ٹکرائی اور دل کے تاروں سے چھیڑ چھاڑ کر گئی۔

بارش کی بوندوں نے اب زمیں کا رخ کر لیا تھا۔

اس نے ہاتھ آگے بڑھایا تو اکا دکا بوند اس کے ہاتھ کو تر کرنے لگی۔

اس نے آنکھیں بند کر لیں، وہ ہوا کو محسوس کر رہی تھی۔

ہوا میں موجود اس ہمدردسے کرب کو محسوس کر رہی تھی۔

(ہوا کے ہلکے جھونکے کی

جب آہٹ پائی کھڑکی پر۔۔۔

محسوس ہوا۔۔تم گزرے ہو

احساس تمھارے جیسا تھا!)

وہ کمرے سے باہر نکلی تھی، گھر کا دروازہ کھول کر وہ لان میں آنکلی تھی۔

درختوں کی ٹہنیاں ہوا میں جھول رہی تھیں۔ہر سانس کے ساتھ اندر جاتی ہوا اس پہ کوئی سحر پھونک رہی تھی۔وہ ابھی شیڈ کے نیچے تھی۔ابھی بس بارش کو دیکھ رہی تھی۔

ناراض تھی شاید وہ۔پوری دنیا سے روٹھی ہوئی تھی۔

(بارش پسند ہے؟)

اس نے چونک کر آس پاس دیکھا،وہ اس آواز کو واقعی سن سکتی تھی۔

کپکپاے ہوئے ہونٹوں سے،آنکھوں میں نمی لیے اس نے کہا۔

"پہلے ت۔۔ تھی۔"

www.novelsclubb.com

(لیکن بارش کو تو تم اب بھی بہت پسند ہو۔)

آنسو آنکھ کی بار توڑ آئے۔بارش واقعی شروع ہو گئی تھی۔۔۔

لرزتا ہوا ہاتھ خود بخود اٹھتا گیا۔ایک بار پھر بارش اس کے ہاتھ کو تر کرنے لگی تھی۔

(میں نے جو گرتی بوندوں کو

جب روکنا چاہا ہاتھوں پر۔۔۔

اک سرد سا پھر احساس ہوا

وہ لمس تمھارے جیسا تھا!)

سسکیاں گونجنے لگیں۔وہ بارش کے سامنے جا چکی تھی۔ ٹھٹھرتی ہوئی سردی میں وہ دیوانوں کی طرح بھیگ رہی تھی۔

محبت واقعی پاگل کر دیتی ہے۔

(تنہا میں چلا جب بارش میں

تب اک جھونکے نے ساتھ دیا۔۔۔

میں سمجھی تم ہو ساتھ میرے

وہ ساتھ تمھارے جیسا تھا!)

اسے سانس نہیں آرہا تھا۔جان نکل رہی تھی شاید۔زندگی اس سے روٹھ گئی تھی۔

اس کے پسندیدہ موسموں کو بے رنگ کر دیا گیا تھا۔

وہ آنکھوں کو بند کر کے کافی دیر تک بھیگتی رہی۔شاید اس پاگل کو لگا تھا کہ آنکھیں کھلنے پہ وہ بھی سامنے کھڑا بھیگ رہا ہو گا۔

شاید۔۔

(پھر رک سی گئی وہ بارش بھی

باقی نہ رہی اک آہٹ بھی۔۔۔

میں سمجھا مجھے تم چھوڑ گئے

انداز تمھارے جیسا تھا!)

آنکھیں کھل گئیں، تلخ حقیقت نے میٹھے منظر کڑوے کر دیے۔

وہ گھٹنوں کے بل گر گئی، بارش برستی رہی، ان سبز آنکھوں کی طرح، جو مسکرانا تو بھول ہی چکی تھیں۔

●●●●●

نیم تاریک سا وہ کمرا، وہاں زمیں پہ گرے تین لوگ مسلسل کراہ رہے تھے۔ان کی حالت سے تو یہی لگ رہا تھا کہ وہ اپنی زندگی کے آخری پل گن رہے ہیں۔

اگر تم غور کرو تو یہ تینوں کردار شناسا ہیں۔

www.novelsclubb.com

یہ تو بنٹی اور اس کے ساتھی تھے۔

کمرے سے ایک شخص باہر نکلا، اس کے چہرے پہ حزن کے سائے تھے، سنجیدگی کا عکس تھا۔

وہ چہرہ تمہیں خاصا جانا پہچانا لگے گا۔

ہمارے خوبصورت گدھے جیسے نقوش، تھکا ہوا، قدرے بوڑھا چہرہ۔

وہ ہادی تھے۔اس جگہ سے باہر نکل کر انہوں نے اپنے گھر کا رخ کیا تھا۔

اپنے گھر پہنچ کر انہوں نے بتیاں جلانے کی زحمت نہیں کی تھی۔

وہ ایک طرف کو بیٹھ گئے، اپنا والٹ کھولا تو ایک تصویر سامنے تھی۔

اس تصویر میں دو بچے تھے، ایک کی آنکھیں سیاہ تھیں اور ایک کی سرمئی۔

انہوں نے سرمئی آنکھوں والے چہرے کو نرمے سے اپنے پوروں سے چھوا تھا۔

ان کی آنکھوں میں آنسو بھرنے لگے تھے۔

صوفے کی پشت پہ سر ٹکا کے انہوں نے چند آنسوؤں کو بہنے کی اجازت دے دی۔

جب انہوں نے سر اٹھایا تب بھی چہرے سے تکان گئی نہ ہی غم۔

وہ چابیاں اٹھاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔انہیں ایک لمبے سفر پہ جانا تھا مگر اس سے قبل۔۔۔

ایک بہت اہم شخص سے ملنا ضروری تھا۔

●●●●●

رات کے سائے پر پھیلائے بیٹھے تھے، بارش ختم ہوئے ابھی تھوڑا سا ہی وقت گزرا تھا۔

سوہنی ابھی گیلی ہی تھی۔ایک جانے پہچانے قبرستان کی ایک شناسا سی قبر پہ بیٹھا شخص سر جھکا کے روتا رہا۔

www.novelsclubb.com

پھر اس کی تھکی ہوئی آواز گونجنی شروع ہوئی۔

"تم تو میرا پیارا والا بیٹا ہو، تم نے کبھی نہیں ستایا مجھے۔ہمیشہ سب سمجھا۔ کبھی ضد نہیں کی، کبھی شکوے نہیں کیے۔

تواب۔۔اب تم م۔۔مجھے تنہا کیوں کر گئے ہو، بیٹے؟'' وہ اس طرح، اتنی محبت سے اسے تب بلاتے تھے جب تک وہ چار سال کا تھا۔

یا جب تک وہ ان سانحوں سے دور تھے۔

آج اتنے عرصے بعد وہ اسے اتنے لاڈ سے بلا رہے تھے۔

''میں ڈیڑھ مہینے سے یہیں ہوں۔ کہیں نہیں بھاگا۔ روز تجھ سے ملنے آتا ہوں۔ مگر اب شاید تو روٹھ گیا ہے، عالیان۔

میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھا ہے کہ میں نے تجھے آواز دی ہے اور تو نے جواباً کچھ نہیں کہا۔ میں بوڑھا ہو گیا ہوں، یار۔ میرے مرنے کے دن تھے یہ، تو مجھے کیوں چھوڑ گیا ہے؟'' وہ قبر کی مٹی پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑبڑاتے رہے۔

''تو مجھ سے شکوے کر لیتا۔ مجھ پہ چلا لیتا۔ پر یوں چھوڑ کے تو نہ جاتا۔۔'' وہ کہہ کر لگ بھگ پندرہ منٹ اسی طرح بیٹھے رہے۔

پھر سورت یسین کی تلاوت کرنی شروع کر دی۔

وہ مسلسل رو رہے تھے۔اب بالآخر وہ ٹوٹ گئے تھے۔

ان کی داڑھی کے بال تک سفید پڑنے لگے تھے۔

وہ انہیں حقیقتاً بوڑھا کر گیا تھا۔

وہ ان کا شیر تھا، گیا تھا تو انہیں چوہا بنا گیا تھا۔

●●●●●

تاریخ تھی، دس جنوری۔

شام کے وقت وہ سیاہ جیکٹ میں ملبوس آدمی ہسپتال سے باہر نکلا تھا۔

اس نرم سی، شفیق سی آواز نے اس کے قدم زنجیر کر دیے۔

اس نے مڑ کے نہیں دیکھا، وہ بھاگتے ہوئے اس تک آئی۔

''ڈاکٹر۔۔''اس نے معمول کی طرح تمہید باندھنی چاہی۔

داؤد کے چہرے کی سنجیدگی ختم نہیں ہوئی۔

گہرے غم اس کی آنکھوں میں آبسے تھے،وقت نے اس کی ہنسی چھین لی تھی۔

''مجھے آپ سے یہ پوچھنا تھا کہ۔۔آپ کو آپ کی آواز کب واپس ملے گی؟''اس نے گفتگو کا رخ مزاح کی طرف موڑنا چاہا،مگر داؤد کے چہرے پہ پھیلی ناگواری اسے اس کی ناکامی کا پتا دے گئی۔

اس کی آنکھوں کے نیچے اب حلقے مستقل ٹھکانہ بنا چکے تھے۔

اور ماریہ منصور کا کیا حال تھا؟وہ ان حلقوں کو دیکھ کے سو دفعہ تو مرتی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ اس کے چہرے کو دیکھا ہی نہیں کرتی تھی،دیکھتی تھی تو کرب کی داستانیں اسے رلا دیتی تھیں۔

اب بھی اس کی آنکھیں نم پڑنے لگی تھیں۔

اس نے اپنے ایک ہاتھ میں پکڑا کینوس اس کے سامنے کیا۔

"یہ بنا رہی تھی تو تصویر خود چیخ چیخ کے کہنے لگی۔ ہمیں اس شخص کے پاس ہونا چاہیے جو ہمارا حقدار ہے۔ مجھے اس تصویر کا حقدار ڈھونڈنا تھا، مگر مسئلہ یہ ہے کہ۔۔۔" اس نے نظریں جھکا لیں، ایک پل اور اسے دیکھتی تو پھوٹ پھوٹ کے رو دیتی۔

"مسئلہ یہ ہے کہ داؤد عمر سامنے ہو تو ماریہ منصور کو اور کوئی کسی بھی شے کا، کسی بھی خوشی کا حقدار لگتا ہی نہیں۔۔" داؤد نے اس کی آنکھوں میں جھانکنا چاہا تھا۔

وہ لڑکی خلوص کی مجسم تصویر تھی۔

www.novelsclubb.com

"کیا داؤد عمر کی موجودگی میں آپ کو خود ماریہ منصور بھی حقدار نہیں لگتی؟" جانے کیوں وہ پوچھ بیٹھا تھا۔

ماریہ زخمی سا مسکرائی، نفی میں سر ہلا کے رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"خود ماریہ منصور بھی نہیں دکھتی۔۔"

داؤد نے بنا کچھ کہے کینوس تھام لیا۔

اب وہ اس کے جانے کا منتظر تھا، تاکہ وہ بھی جا سکتا، مگر ماریہ سلسلہ کلام جاری رکھنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

کیا ہے نا، آج اقرار کا دن تھا۔

اس کی آواز تو پہلے ہی رونے لگی تھی، اب آنکھ سے بھی آنسو بہا تھا۔

"کیا داؤد عمر یہ نہیں جانتے کہ ان کے چہرے پہ پھیلے کرب کے سائے ماریہ منصور کا سانس روک دیتے ہیں؟" یہ ایک سوال تھا، یا ایک پوری داستان۔

www.novelsclubb.com

ایک کتھا، ایک قصہ۔۔

"کیا آپ نہیں جانتے کہ۔۔ آپ کمزور پڑ جاتے ہیں ہیں تو لگتا ہے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے ہیں۔ آپ پریشان ہوتے ہیں تو سخت آندھیوں میں کسی کا دل ڈولنے لگتا ہے۔

کیا آپ نہیں جانتے کہ آپ روتے ہیں تو کسی کا دل کٹ کے رہ جاتا ہے۔" داؤد نے جواباً کچھ نہیں کہا۔

اس کا سر پشیمانی سے جھک گیا تھا۔

وہ کہہ رہی تھی کہ اس کا دل کٹ کے رہ گیا ہے، وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ اسے یہ سن کے کتنی تکلیف ہوئی تھی۔

مگر جب اس نے جواب دیا تو یہی کہا۔

"میری زندگی میں ایسا کوئی نہیں بچا جس کا دل میری پریشانی پہ کٹ جائے، ڈاکٹر۔" ماریہ کورل کے ریزہ ریزہ ہو جانے کی آواز بہت اونچی سنائی دی تھی۔ دو آنسو بہت ضبط کے باوجود آنکھ سے نکل آئے۔

www.novelsclubb.com

''اور اگر کوئی ہے، تو اسے میرے سائے سے بھی بچ کے رہنا چاہیے۔ وہ جانتا نہیں ہے ابھی کہ میری پریشانی میں پریشان ہونے والوں کا کیا حال کیا جاتا ہے۔'' وہ تلخی سے مسکرایا تھا۔

ایک عرصہ ماریہ نے اس کے مسکرانے کا انتظار کیا تھا، اور ایک عرصے بعد جب وہ مسکرایا تھا، تو وہ ایسی زہر خند مسکان تھی کہ اس کا دل خون کے آنسو رویا ہو گا۔

وہ اب آگے بڑھ گیا، تو اس نے بہت ہولے سے کچھ ایسا کہا جو اس کی پوری ذات کو زنجیر کر گیا۔

''اور جو آپ کا رویہ دوسروں کا حشر کر رہا ہے، اس کا کیا داؤد؟'' وہ اس کا نام پکار رہی تھی تو لگ رہا تھا کہ وہ واقعی وجود رکھتا ہے۔

''کیا آپ کو نہیں لگتا کہ موت سے زیادہ تکلیف دہ جیتے جی مرنا ہے؟'' آخر پہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے سسکنے کی آواز گونجی تھی۔

اور اس کے بعد وہ برق رفتاری سے وہاں سے چلی گئی۔

داؤد نہ مڑا، نہ ہلا، وہ بت بنا کھڑا رہا۔

اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں شاید، دل واقعی کٹ چکا تھا۔

شام کا سورج تمام امیدیں لے ڈوبا۔

●●●●●

اس شناسا سی یونیورسٹی کی ایک شناسا سی راہداری میں چلتے ایک شخص کی چال شکستہ سی تھی۔

اس نے سر پہ ہڈ گرایا ہوا تھا، پیچھے سے ایک شخص نے اسے شاید گالی دے کر پکارا تھا، وہ نظر انداز کر کے آگے چلتا گیا۔

www.novelsclubb.com

پیچھے سے پھر کسی نے آوازیں کسی تھیں، طنزیہ کچھ کہا تھا، اس نے نہ سر ہلایا اور نہ ہی اس کے چہرے کے جذبات بدلے۔

اب کی بار کسی نے اس کے ہڈ کو سر سے اتار کے اس کے منہ پہ ایک مکا مارا تھا، اول تو وہ کچھ سمجھ نہیں پایا، پھر اس عمارت نے اس شخص کا وہ رخ دیکھا جو کبھی کسی نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔

اس کی آنکھوں میں جنون سا تھا، اور وہ دیوانوں کی طرح اس شخص کے چہرے پہ مکے جڑنے لگا تھا۔

وہ شخص تو اتنا بوکھلا گیا کہ رد عمل بھی نہ دے سکا۔

وہ اسے مارتا رہا، حتی کہ لوگ اسے اس سے دور کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔

اسے دیکھ کر گمان ہوتا تھا کہ آج وہ مقابل کو جان سے مار کر ہی دم لے گا۔

www.novelsclubb.com

ایسا نہیں تھا کہ وہ خود مار نہیں کر رہا تھا، مقابل کے ساتھی اس پہ بھی وار کر رہے تھے۔

مگر آج وہ واقعی مرنے یا مرانے پہ آیا ہوا تھا۔

آج آر یا پار۔

ایسے میں وہ خود مرنے کے زیادہ قریب تھا، وہ پانچ تھے، اور وہ اکیلا مقابلہ تو پورا کر رہا تھا، مگر تھا تو وہ ایک ہی۔

تقریباً بیس منٹ کی ہاتھا پائی کے بعد شاید کوئی استاد آیا تھا جس نے ان سب کو روکا تھا۔

اب حال یہ تھا کہ وہ پانچ خون تھوک رہے تھے، اور وہ ایک میدان پہ لیٹا سانس لینے کی سعی کر رہا تھا۔

آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا چکا تھا۔

www.novelsclubb.com

ٹیچر واقف تھے عیسی احمد سے سو اس کی طرف بڑھے، مگر اس کی حالت دیکھ کے ڈانٹنے کا ارادہ چھوڑ کر اس کی اٹھنے میں مدد کرنے لگے۔

کچھ دیر بعد عیسی ان کے آفس میں تھا۔

"مقابلہ خوب کیا، نوجوان۔" عیسی خود اپنے زخموں پہ دوا لگا رہا تھا اور سر اکمل چائے پیتے ہوئے اس سے بات کر رہے تھے۔

"ہمم۔۔" وہ محض اتنا ہی کہہ سکا۔

"تمہارے گھر میں سے کسی کو بلا لوں؟"

عیسی تلخی سے ہنس دیا۔

"میرا گھر لاہور میں ہے۔" وہ اتنا ہی کہہ سکا تھا۔

"مگر میری آخری اطلاعات کے مطابق تو تمہارے دو بھائی بھی یہیں تھے۔"

انہوں نے بڑے آرام سے کہہ دیا۔

www.novelsclubb.com

کہنے والوں کو کیا خبر وہ کیا کیا کہہ دیتے ہیں۔

"تھا۔۔ایک بھائی تھا، اور ایک کو میں پریشان نہیں کرنا چاہتا۔"

''ایک بھائی کہاں چلا گیا، واپس لاہور؟'' وہ ہلکا سا ہنس کے پوچھ رہے تھے، وہ اس کا غصہ ٹھنڈا کر دینا چاہتے تھے۔

''قبر میں۔۔۔'' اس نے دھیمے سے کہا۔ آنکھیں پھر نم پڑنے لگی تھیں۔

ایک پل کے لیے تو مقابل کو چپ ہی لگ گئی اور پھر جب وہ سنبھلے، تو پورا معاملہ سمجھ گئے۔

تو یہ تھی اس کے غصے کی وجہ۔

''عیسی۔ اگر تمہیں لگے کہ تمہیں کسی سے بات کرنے کی ضرورت ہے تو میں حاضر ہوں۔ تم اکیلے نہیں ہو، بیٹا۔'' انہوں نے اپنائیت سے کہا تو وہ سر ہلا کے رہ گیا۔

www.novelsclubb.com

کچھ دیر بعد وہ وہاں سے اٹھ گیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد تمہیں وہی سرمئی اداس آنکھوں والا شخص ایک خالی کمرے میں دکھے گا۔

وہ سر گھٹنوں میں چھپا کے مسلسل روتا جا رہا تھا۔

بالآخر اس نے ایک کاغذ پکڑا اور لکھنا شروع کیا۔

"آپ نے اچھا نہیں کیا، بھائی۔ اپنی عادت ڈال کے ہم سب کی زندگی خالی کر گئے۔۔۔ میں خود کا سوچوں تو اپنی بہن کا خیال آتا ہے۔ جس کا شمار نہ زندوں میں کیا جا سکتا ہے، نہ مردوں میں۔ اس کا سوچتا ہوں تو روح کانپ اٹھتی ہے۔ وہ مغرور تھیں، تنہائی پسند تھیں، مگر زندہ تو تھیں۔ ہنستی تھیں تو یہ نہیں لگتا تھا کہ ہنس کے دکھا رہی ہیں۔ اپنے حال کی معلومات رکھتی تھیں۔ آپ نے ان کے ساتھ کیا کر دیا؟ آپ انہیں کس بھنور میں تنہا چھوڑ گئے ہیں؟ آپ ظالم نکلے، بھائی۔ آپ ہم سب کی زندگی کو بے رنگ کر گئے ہیں۔

کبھی اپنے حال پہ نظر جائے تو آپ کے اس سنکی دوست کا خیال آتا ہے جو آپ کے جانے کے بعد سے سب بھول گیا ہے، حتی کہ اپنی زندگی کی واحد وجہ، اپنا انتقام

بھی۔اس شخص کا خیال آتا ہے جو کبھی نہیں رویا تھا،اور اب ایک دن بھی روئے بنا نہیں رہ پاتا۔آپ انہیں کن پچھتاووں میں چھوڑ گئے ہیں؟

مجھے آپ کے باپ کا خیال آتا ہے جو چار دسمبر کے بعد سے بوڑھا دکھنے لگا ہے،جو ہر لمحہ پشیمانی میں کاٹ رہا ہے۔مجھے اس بچے کا خیال آتا ہے جسے آپ زندگی کی طرف لا کے خود۔۔"ہاتھ بے طرح کپکپا گئے۔چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

"خود جا چکے ہیں۔۔"تو یہ طہ تھا کہ ان میں سے کوئی بھی اس بات کو ماننے سے انکاری تھا کہ وہ ایک شخص موت کو گلے سے لگا چکا ہے۔

"اور ان سب کا خیال کرتے ہوئے کسی لمحے میں مجھے اپنا خیال آتا ہے۔آپ میری مسکراہٹوں کو،میرے قہقہوں کو بھی اپنے ساتھ لے گئے ہیں،بھائی۔مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا کہ بھائی کیا ہوتا ہے۔بھائی کا ہونا کیسا ہوتا ہے۔یوشع احمد کو میں نے تھوڑی دیکھا تھا،ان کا ساتھ تو ایلیانہ احمد کی قسمت میں تھا نا۔

میں نے تو صرف عالیان ہادی اور داؤد عمر کو دیکھا تھا۔آپ نے ہی بتایا کہ بھائی کیسے ہوتے ہیں۔اور جب آکر میں نے جانا کہ بھائی ہونے کیلئے ضروری ہیں، آپ مجھے اس تاریک دنیا میں تنہا چھوڑ گئے۔۔کیوں بھائی؟'' وہ کاغذ بھی اب اشکوں کی بارش میں بھیگنے لگا۔سیاہی پھیلنے لگی۔

اداسی نے ہر مسکان کو نگل لیا۔

●●●●●

ہسپتال کے اس کمرے میں آہٹ کی آواز گونجی تو وہ معصوم سا بچا کھلا اٹھا۔

''علی بھائی؟'' نیم تاریک کمرے وہ پہچان نہیں پایا کہ سامنے کون ہے۔وہ دراز قد شخص بنا کچھ کہے بستر کے ایک طرف پڑی کرسی پہ آ بیٹھا۔

کچھ دیر کوئی کچھ نہ بولا،اور پھر بچے کی آواز پھر گونجی۔

''آپ عالیان بھائی نہیں ہیں۔''اس کی آواز کا جوش جھاگ کی طرح بیٹھ چکا تھا۔

مقابل نے جواب نہیں دیا، اس کا ہاتھ تھام لیا، کچھ دیر یونہی بیٹھا رہا پھر بولنا شروع کیا۔

"عالیان بھائی۔۔اب نہیں آسکیں گے۔" اس کی آنکھیں آج نم نہیں ہوئیں، بچے نے ہاتھ اس کے بال میں پھیر کر انہیں بکھیر دیا۔

پھر وہ کھکھلا کے ہنسا۔ وہ شخص اس کی آواز میں گھلتی نمی کو محسوس کر سکتا تھا۔

"آپ داؤد بھائی ہیں۔ وہ کہتے تھے، داؤد آئے گا ضرور ایک دن تم سے ملنے۔ میں پوچھتا تھا کہ آپ بھی ساتھ آئیں گے نا؟" وہ پھر سے ہنس دیا۔

"تو وہ کہتے تھے ضرور۔ اور نہ آیا تو۔۔ تو داؤد کو زیادہ تنگ مت کرنا۔" اب وہ رونے لگا تھا۔

www.novelsclubb.com

ہنستے ہنستے رونے لگا تھا۔

''وہ کہا کرتے تھے کہ۔۔''اس نے جو آگے کہا،اسے سننا آسان تھا نہ سمجھنا، مگر سب سے مشکل تھا اس پہ عمل کرنا۔

داؤد نے بالآخر ہار مان لی،اس بچے کو سینے سے لگا کے وہ ایک بار پھر خوب رویا تھا۔

''میں نے سنا تھا سوگ کے تین دن ہوتے ہیں۔ مگر دل کا کیا کیا جائے؟ تین دن کے بعد بھی دل نہ سنبھلے تو کون سا حربہ اپنایا جائے؟''وہ جانتا تھا کہ بچہ اس سوال کو نہیں سمجھ پائے گا، پھر بھی دل کا غبار نکال رہا تھا۔

''تمہارے عالیان بھائی بہت برے تھے۔مجھے دوست کہتے کہتے میری کمر کو مفلوج کر گئے۔''

www.novelsclubb.com

''عالیان بھائی بہت اچھے تھے۔وہ آپ کی بہت فکر کرتے تھے، بھائی۔''داؤد نم آنکھوں سے مسکرا دیا، کچھ دیر بعد وہ اس کی فائل دیکھ رہا تھا،اس کے کیس میں خود دلچسپی لے رہا تھا۔

اسے عالیان کے شروع کیے ہوئے کاموں کو انجام تک پہنچانے کی عادت تھی۔

بس فرق یہ تھا کہ۔۔ہر بار وہ داؤد سے اپنے کام کرواتا تھا،اس بار وہ نہیں تھا،اس بار اسے وہ سب ذمے داریاں پوری کرنی پڑ رہی تھیں۔

وہ ہوتا تھا تو زندگی میں کہیں زندگی دکھتی تھی،وہ چلا گیا تو سارے مقاصد بھی ساتھ لے گیا۔

●●●●●

لیونڈر کی خوشبو سارے میں پھیلی ہوئی تھی،لیوینڈر کے ساتھ ایک اور چیز تھی جس کی بو بہت مدہم سی تھی۔

www.novelsclubb.com

خون،تازہ انسانی خون۔

اس نے اپنے ہاتھ سے بہتے خون کو گھورا،اور ہذیانی سا مسکرایا۔

سیاہ آنکھوں والا مرد فکر مندی سے اس کے زخم کو دیکھ رہا تھا، اس کے ہاتھ پہ مرہم لگانا چاہ رہا تھا۔

اس کی آواز گونجنا شروع ہوئی۔

''میں نے کبھی نہیں چاہا تھا کہ وہ مر جائے، کم از کم ان کی شادی کے بعد تو ہر گز نہیں۔'' آواز رنجیدہ سی تھی۔

''میں جانتا ہوں۔'' مقابل بڑبڑایا۔

''وہ کیسے مر سکتا ہے؟ وہ اس وقت نہیں مرا جب میں اس کے پیچھے تھا، وہ تب کیسے مر سکتا ہے جب میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ مرے؟'' مقابل تمسخرانہ سا ہنس دیا۔

www.novelsclubb.com

''شاید تم بھول رہے ہو، زندگی اور موت کا اختیار اب بھی خدا ہی کے پاس ہے۔''

اس نے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد کیا۔

زخم سے خون پھر رسنے لگا۔

''تم جانتے ہو نا اسے کیوں نہیں مرنا چاہیے تھا؟''شاید آواز بھرا گئی تھی۔

''ہمم۔۔۔''اس نے بنا کچھ کہے،اس کے ہاتھ کو دوبارہ سے پکڑ لیا۔

وہ ایک بار پھر خون کو روکنے کی سعی کر رہا تھا۔

''کیوں کہ اس کی موت ایلیانہ احمد کو زندہ نہیں رہنے دے گی۔تم نے اسے دیکھا تھا؟اسے دیکھ کہ لگ رہا تھا کہ چلتا پھرتا قبرستان ہے کوئی۔وہ مر چکی ہے۔اسے مار دیا گیا اور میں کچھ نہیں کر سکا۔''مقابل نے محسوس کیا کہ اس کے زخمی ہاتھ میں لغزش تھی۔

''اسے مرنا نہیں چاہیے تھا۔ایلیانہ احمد کو اس سے کبھی محبت نہیں ہونی چاہیے تھی۔کبھی نہیں۔''اب وہ بڑبڑا رہا تھا۔

''اسے مرنا نہیں چاہیے تھا۔مجھے اس سے محبت نہیں ہونی چاہیے تھی۔''ایک آنسو نکل کر گال پہ گرا۔

مقابل تلخی سے مسکرا دیا۔وہ جانتا تھا کہ محبت کے ذکر پہ اسے شخص کو محبوب نہ یاد آتا، یہ ناممکن تھا۔

"وہ میری واحد دوست ہے۔" کچھ دیر بعد وہ پھر بڑبڑایا۔

"کیا یہ ہے مکافات؟ کیا یہ میرے گناہوں کی سزا ہے؟ کہ مجھے اپنے پر قریبی شخص کو تڑپتا دیکھنا پڑے گا؟ موت سے پہلے مرتا دیکھنا پڑے گا؟" اس کی آواز میں کرب رقصاں تھا۔

مقابل نے اب کی بار کچھ نہیں کہا، وہ خاموشی سے اٹھا، اور وہاں سے چلا گیا۔

کچھ سوالوں کے جواب نہیں ہوتے۔

www.novelsclubb.com

وہ بھی ایسا ہی سوال تھا۔

●●●●●

اپنے کمرے میں ٹہلتی لڑکی کی نظر ایک منظر پہ آ ٹھہری۔

ایک پین ڈرائیو، وہ اس کے کمرے میں کونے پہ پڑی تھی۔

وہ کسی نے غلطی سے نہیں گرائی تھی، اسے وہاں رکھا گیا تھا، ایلیانہ احمد کی توجہ حاصل کرنے کے لیے۔

وہ ایک پل کے لیے ٹھہری، پھر فوراً اپنے دراز تک گئی۔

ہاتھوں میں دستانے پہنے، اور جھک کر اس پین ڈرائیو کو اٹھالیا۔

وہ برق رفتاری سے ٹی وی لاؤنج میں جا کر اپنا لیپ ٹاپ پکڑ کر لے آئی۔

رات کے بارہ بج رہے تھے۔ کون جاگ سکتا تھا اس وقت سوائے اس کے؟

وہ اپنے کمرے میں، اپنے گھر میں، اپنی دنیا میں اکیلی تھی۔

چند ویڈیوز اس کے سامنے تھیں، اس نے خدا کا نام لے کر ایک پہ کلک کیا۔

اگلے منظر نے اس کے رونگٹے کھڑے کر دیے۔

وہ ایک ہسپتال کے کمرے کا منظر تھا، اور جس عورت پہ دیوانہ وار وار کیا جا رہا تھا، وہ اسے پہچانتی تھی۔

اور جو بچہ چلاتے ہوئے حملہ کرنے والے کو روک رہا تھا، وہ اسے بھی پہچانتی تھی۔ اسے ہی تو پہچانتی تھی۔

اس کی آنکھوں میں کب آنسو بھرنے لگے، کب وہ سسکنے لگی، اسے خبر تک نہ ہوئی۔ خبر تو تب ہوئی جب اس کا سانس واقعی رکنے لگا۔

سینہ تنگ ہونے لگا، سر درد سے پھٹنے لگا۔

وہ بمشکل اٹھی تھی، اس نے کھڑکی تک جانا چاہا تھا، وہ کھینچ کھینچ کے سانس لے رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

پوری دنیا تاریک پڑنے لگی، وہ کھڑکی تک پہنچنے سے قبل زمیں بوس ہو چکی تھی۔

وہ زمین پہ گری، سانس لینے کی سعی کر رہی تھی۔ اس کا پورا جسم سن ہو گیا تھا۔

نہ اسے دمے کا مرض تھا، نہ کوئی اور بیماری۔

پھر سانس کیوں رک گیا تھا؟

اگلی بار اس نے روشنی دیکھی تو اپنی ماں کی پریشان نگاہوں کو بھی دیکھا۔اس کی آنکھ کھلتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دیں۔

آنا کو لگا کہ وہ سب جان چکی ہیں۔ مگر اگلی بات سن کے اس نے سکون کا سانس لیا۔

''تم اپنے حال سے اتنی بے خبر کیوں ہو گئی ہو، آنا؟ جانتی ہو تمہاری شوگر خطرناک حد تک کم تھی۔ تمہیں اپنے بوڑھے ماں باپ پہ ترس نہیں آتا؟''ان کو روتا دیکھ، اس کا دل کٹا تھا۔

www.novelsclubb.com

''اوہو، مس ہٹلر۔مجھے لگا کوئی مر ور گیا ہے۔اتنا کیوں روتی ہیں آپ۔''اس نے مزاق میں بات اڑا دی۔

کچھ دیر اس کو خوب ڈانٹ کر اس کو باہر آنے کا کہہ کر اس کی ماں جا چکی تھی۔

باپ اب بھی ایک کونے پہ کھڑا اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔

"تم انصاف چاہتی ہو؟" ان کی بات پہ آنا ٹھٹکی۔

ظاہر ہے وہ انصاف چاہتی تھی، وہ انتقام چاہتی تھی۔

"چاہتی ہو تو زندہ ہو جاؤ، ایلیانہ احمد۔ مردہ انتقام لے سکتے تو آج کوئی سیریل کلر زندہ نہ ہوتا۔ زندہ ہو جاؤ، کیوں کہ مردہ وہ نہیں دیکھ سکتا، جو زندہ دیکھ سکتا ہے۔"

وہ کہہ کر باہر چلے گئے۔

آنا رک گئی۔ وہ ایک لمحہ آگہی کا تھا۔ وہ ایک لمحہ اس کے دل کی دھڑکن کو بڑھا گیا۔

وہ جانتے تھے، وہ سب جانتے تھے!

www.novelsclubb.com

●●●●●

یہ کہانیاں، یہ الفاظ، یہ تحریریں، یہ ڈائریاں۔

کس طرح ان غموں کی گواہ بن جاتی ہیں، جو کوئی نہیں سنتا، جنہیں کوئی نہیں سمجھتا، جنہیں کسی کا دل بھی نہیں سما سکتا۔

بلکتی ہوئی اس لڑکی نے ڈائری پہ لکھنا شروع کیا۔

"میرے پیارے گدھے!

میرے درد چنتے رہے، میرے زخموں پہ مرہم رکھتے رہے۔ کبھی بتایا ہی نہیں کہ خود کتنے کرب زدہ ہو، کبھی دیکھنے ہی نہیں دیا اپنے زخموں کو۔

بہت ہمت تھی نا تم میں۔ سب سہتے تھے اور کچھ نہیں کہتے تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ بیا کا قتل ہوا تھا۔ کبھی یہ کسی نے نہیں بتایا کہ اتنی بے دردی سے، حیوانوں کی طرح قتل کر کے گیا تھا وہ شخص انہیں۔

www.novelsclubb.com

وہ بھی۔۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے۔ کبھی کسی نے کیوں نہیں بتایا مجھے کہ میرے پسندیدہ شخص نے کتنے غم سہے ہیں۔

کیا کبھی میری پشیمانی ختم ہو گی، عالیان؟ کیا کبھی میں اس احساسِ جرم کا قتل کر سکوں گی جو یہ سوچنے پہ یاد آیا ہے کہ میں کتنی خود غرض تھی۔اپنے مسئلوں پہ روتی، اپنے زخموں پہ تمہیں دوا لگانے دیتی۔ تمہاری ہر خوشی میں تمہارے ساتھ ہوتی مگر تمہارے غم؟ ان کا کبھی سوچ ہی نہیں سکی۔ کبھی سوچا ہی نہیں کہ عالیان ہادی کو بھی مرہم کی ضرورت ہے۔وہ بھی انسان ہے۔

میں کیسے اس غم کے ساتھ رہوں کہ تم نے مجھے کبھی اپنے دکھ نہیں بتائے۔ کہ میں تمہاری بہترین ساتھی نہیں بن سکی۔" وہ لکھتے لکھتے رک گئی۔

نم چہرے کے ساتھ قہقہہ لگا کے ہنسی۔

"شاید یہ سب بہانہ ہے۔ کہیں بہت اندر، شاید میں اب بھی یہی کہنا چاہتی ہوں کہ میں مر رہی ہوں تمہارے بغیر۔ میں اب بھی یہ قبول کرنے سے قاصر ہوں کہ تم۔۔۔" الفاظ منہ میں رہ گئے۔اس آواز نے ساری توجہ لے لی۔

''اونہوں۔خود کو قصوروار مت ٹھہراؤ،ایلیانہ۔۔''اس نے پیچھے دیکھا،وہ اب بھی وہیں تھا۔

وہ کہیں گیا ہی کب تھا؟

''ہم دونوں جانتے ہیں کہ تم جعلی ہو۔۔ایک وہم،ایک سراب،میرے ذیلی شعور کا حصہ۔''وہ ہولے سے بڑبڑائی۔

''ایک اور بات ہے جو ہم دونوں جانتے ہیں،میں غائب نہیں ہو سکتا،کیوں کہ تم۔۔''وہ مسکرایا۔

آہ،اس کی مسکراہٹ،اس کی قاتل مسکراہٹ۔

www.novelsclubb.com

ایلیانہ احمد کے دل کو ایک بار پھر اس بات نے چیڑا تھا کہ وہ حقیقت میں وہاں نہیں تھا۔

"تم کبھی مجھے اپنے ذیلی شعور سے نہیں نکلنے دو گی۔ تم کبھی عالیان ہادی کو مرنے دو گی ہی نہیں۔" اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

وہ سچ کہہ رہا تھا۔ سفاک سچ، کڑوا سچ۔

وہ اس کا عالیان نہیں تھا، وہ اس کی اپنی سوچ تھی۔ اس کا اپنا ذہن۔

عالیان ہادی اس کا دل تھوڑی دکھا سکتا تھا؟

اب اس نے اپنے ذہن کو نظر انداز کیا اور لکھنا جاری کیا۔

"تمہیں یاد ہے کیسے میرے گرنے پہ تم تڑپا کرتے تھے؟ یاد ہے، جب میرا حادثہ ہوا تھا اور تم مجھ سے ملنے نہیں آئے تھے۔ تب میں بہت روئی تھی، بہت برا لگا تھا مجھے، پر اب میں جانتی ہوں تم کیوں نہیں آئے تھے۔ ہسپتال کے اس کمرے میں تمہیں مشینوں میں جکڑا دیکھ کر میں جان گئی تھی کہ تم ان دنوں مجھ سے ملنے کیوں نہیں آئے تھے۔ مجھے اس حال میں دیکھ کے تم مر نہ جاتے؟ ہاہاہا۔

www.novelsclubb.com

تمہیں آئی سی یو میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہاں، کچھ لوگ اپنی زندگی سے زیادہ اہم بھی ہو جاتے ہیں۔

اور تب مجھ پہ عجیب سے عجیب انکشافات ہوئے۔ کل رات میں نے ایک نئی بات جانی۔ میں نے اپنے سینے میں پہلی بار انتقام کی آگ کو جلتا دیکھا تھا۔ پہلی بار مجھے لگا کہ میں سو نہیں پاؤں گی اگر تمہارے خاندان کے قاتل زندہ رہے تو۔ پہلی بار، میں نے کسی کے غم کو اتنے قریب سے دیکھا کہ میں خود اس میں جلنے لگی۔ تم کہا کرتے تھے، کہ ہماری روحیں عالم ارواح میں ملی تھیں۔ تم کہا کرتے تھے۔۔۔ "آنسو کاغذ میں جذب ہونے لگے۔

"میں ہنس کے ٹال دیتی تھی۔ اب آ کے یقین ہوا ہے کہ تم سچ کہتے تھے۔ تم گئے ہو، تو مجھے ادھورا کر گئے ہو، اس بار میرا جسم معذور نہیں ہوا، میری روح مفلوج ہوئی ہے۔ میری روح کا ایک حصہ تو تم اپنے ساتھ ہی لے گئے ہو۔

اور میں ؟ میں نے زندگی کو جانا ہی تب ہے جب میں نامکمل ہوئی ہوں۔اب میں جانتی ہوں کہ غم کی رسی کیا ہے، عالیان۔پوچھو گے نہیں مجھ سے کہ میں نے کیا کھو جا؟'' وہ ایک بار پھر بلکنے لگی۔

اب وہ ڈائری لے کے بالکنی میں جا بیٹھی تھی۔

''غم کی رسی ادھوری روحوں کے لیے ایک راہ ہے۔ایک راستہ۔

اور ادھورا کون ہے ؟ تم۔میں۔ہم سب۔یہی تو کمال کی بات ہے، پوری کائنات میں کوئی شے بھی کامل نہیں ہے۔سب نامکمل ہیں، سب ادھورے ہیں۔کامل تو صرف ایک ذات ہے۔کامل تو صرف ہم سب کا خالق ہے۔

www.novelsclubb.com

اور ہم نامکمل شاید ہیں ہی اس لیے۔ہم میں کاملیت کی جستجو شاید اس لیے رکھی گئی ہے کہ کاملیت کی تلاش میں ہم اپنے حقیقی مالک کو پہچان سکیں۔اپنے نقص سے، اپنے عیوب سے واقف ہو کے غم کی رسی کو تھام سکیں۔جان سکیں کہ یہ راہ کی

ٹھوکریں، یہ غم، یہ درد، یہ تکالیف بری نہیں ہیں۔ ہمارے لیے روشنی کا کام کرتی ہیں یہ تکالیف۔" اس نے چاند کو دیکھا، اور وہ نم آنکھوں سے مسکرادی۔

چاند کو دیکھتے ہوئے وہ بڑبڑائی تھی۔

"بے شک تمہیں اور مجھے بنانے والا ایک ہے، وہی تو کامل ہے، وہی تو ہے ہم سب کا خالق، وہی تو ہے جو ہم سب کو بچا سکتا ہے۔" وہ مسکراتے مسکراتے رونے لگی تھی۔

اسی آسمان کے تلے، زمیں کے ایک حصے پہ کوئی اور بھی ایک کاغذ پہ کچھ لکھ رہا تھا۔

"لوگ کہتے ہیں کہ سوگ کے تین دن ہوتے ہیں۔ تین دن رو لیا جائے ان کے لیے جو مر گئے۔ کسی اپنے کو کھویا ہو، کسی دوست کو قبر میں اتارا ہو یا کسی محبت کو دفنایا ہو، بس تین دن رو لو اور پھر بس، جس نے ایک بھی آنسو بہایا اس مدت کے

www.novelsclubb.com

بعد وہ تو مسلمان ہی نہیں۔ کتنا غلط کہتے ہیں نا یہ لوگ؟" وہ عالیان کے کمرے میں کھڑکی کھول کے ایک کرسی پہ بیٹھا تھا۔

وہاں بس چاند کی مدھم روشنی تھی۔

"روئے تو حضرت یعقوب بھی تھے۔ اتنا کہ ان کی بینائی چلی گئی۔ مگر وہ صابر تھے، اتنے کہ ان کا ذکر قرآن میں کیا گیا۔ تو کس نے کہہ دیا کہ رونے والے صابر نہیں ہوتے؟ کسی اپنے کے غم کو دل سے نکال دینے پہ انسان کا اختیار ہوتا تو کبھی بھی یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے لیے نہ روتے، کبھی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کو یاد نہ کرتے۔ کبھی بھی آنسو نہ بہاتے۔ بات یہ ہے کہ نہ رونا مضبوطی یا صبر نہیں ہے۔ صبر زبان کو قابو میں لانا ہے۔ صبر ناشکری سے بچنا ہے۔ صبر آپ تب ہی کریں گے نا جب آپ کے پاس اختیار ہو گا؟ جن آنسوؤں پہ آپ کا اختیار نہیں، ان پہ کیسا حساب؟ ان پہ کیسا صبر؟" چاند کی روشنی اس کے چہرے پہ پڑی تو دیواروں کو معلوم ہوا کہ وہ رو رہا تھا۔

اب وہ اکثر رو دیتا تھا۔ وہ چاہتا نہیں تھا کہ روئے، مگر ان آنسوؤں پہ اس کا اختیار کہاں تھا۔

"یونہی گرروتا رہا غالب تو اے اہل جہاں

دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گئیں"

آسمان کو دیکھتی لڑکی اب کانپنے لگی تھی، سردی کی وجہ سے، شاید۔

وہ اٹھ کے اندر چلی گئی، اب ڈائری ایک طرف تھی۔ اور وہ لیپ ٹاپ کھول کے بیٹھی تھی۔

تقریباً دو گھنٹے وہاں سر کھپانے کے بعد ایک نقطے پہ وہ ٹھہر گئی۔

www.novelsclubb.com

اسکے اوپر کا سانس اوپر، اور تلے کا تلے رہ گیا۔

اس نے اپنے فون کو اپنے سن پڑتے ہاتھوں میں پکڑا اور پیغام بھیجا۔

"تمہیں مانی یاد ہے، مسٹر پانڈا؟" دوسری طرف یہ پیغام پڑھ کے داؤد کا رنگ سفید پڑنے لگا تھا۔

جیسے اسے کسی نے زہر سا دے دیا ہو۔

اس نے صرف ایک سوالیہ نشان اسی نمبر پہ واپس بھیجا۔

اگلا سوال یہ تھا۔

"کون؟ کس نے تمہیں اس کھیل میں گھسیٹا، ایس؟" داؤد نے مٹھیاں بھینچ رکھی تھیں۔

اس کی رگیں تن چکی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"کھیل نے خود کھلاڑی کو گھسیٹا ہے، مسٹر پانڈا۔" داؤد نے ساتھ پڑی میز پہ اپنا ہاتھ دے مارا۔

وہ کسی اور شخص کو اس قاتل کھیل کا حصہ کیسے بننے دے سکتا تھا؟ وہ آنا احمد کو اس موت کے کنویں میں کیسے آنے دے سکتا تھا؟

اس سے پہلے کہ وہ اس کی منت کرتا کہ مڑ جائے، واپس چلے جائے، اگلا پیغام اس کا منتظر تھا۔

"مجھے ڈر ہے کہ میں دو دنوں میں اس سے زیادہ جان گئی ہوں جو تم نے بیس سالوں میں جانا ہے۔

کیا تم نے کبھی یہ نہیں جاننا چاہا، مسٹر پانڈا، کہ ہارٹ سٹون ہے کس کا؟" اس کا دماغ سن تھا، مگر وہ پھر بھی لکھ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

اس پیغام نے داؤد عمر کو اپنا سر پکڑنے پہ مجبور کر دیا۔

زیادہ الجھنوں کو سلجھاتے ہوئے سامنے پڑی چیز پہ اس نے کبھی غور ہی نہیں کیا۔

اس لمحے اسے سمجھ نہیں آئی کہ اسے ایک مرتبہ پھر اپنے اندر کی آگ کو جلا لینا چاہیے یا نتائج سے ڈر کے چپ کر کے بیٹھ جانا چاہیے۔

ڈر تو خیر اسے لگ رہا تھا، اس حقیقت سے کہ وہ جان چکی تھی۔

وہ ضرورت سے بہت زیادہ جان چکی تھی۔

کچھ ایسا جان چکی تھی جو جان لیوا تھا، اس راہ پہ آ چکی تھی جس کے ہر موڑ پہ موت تھی۔

ہواؤں میں اب اداسی کی جگہ تنبیہ نے لے لی تھی۔

کائنات کے ہر ذرے نے خوف زدہ ہو کر کہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"موت کے اس کنویں میں خوش آمدید، ایلیانہ احمد!"

●●●●●

(اگلی قسط نومبر میں، انشاءاللہ